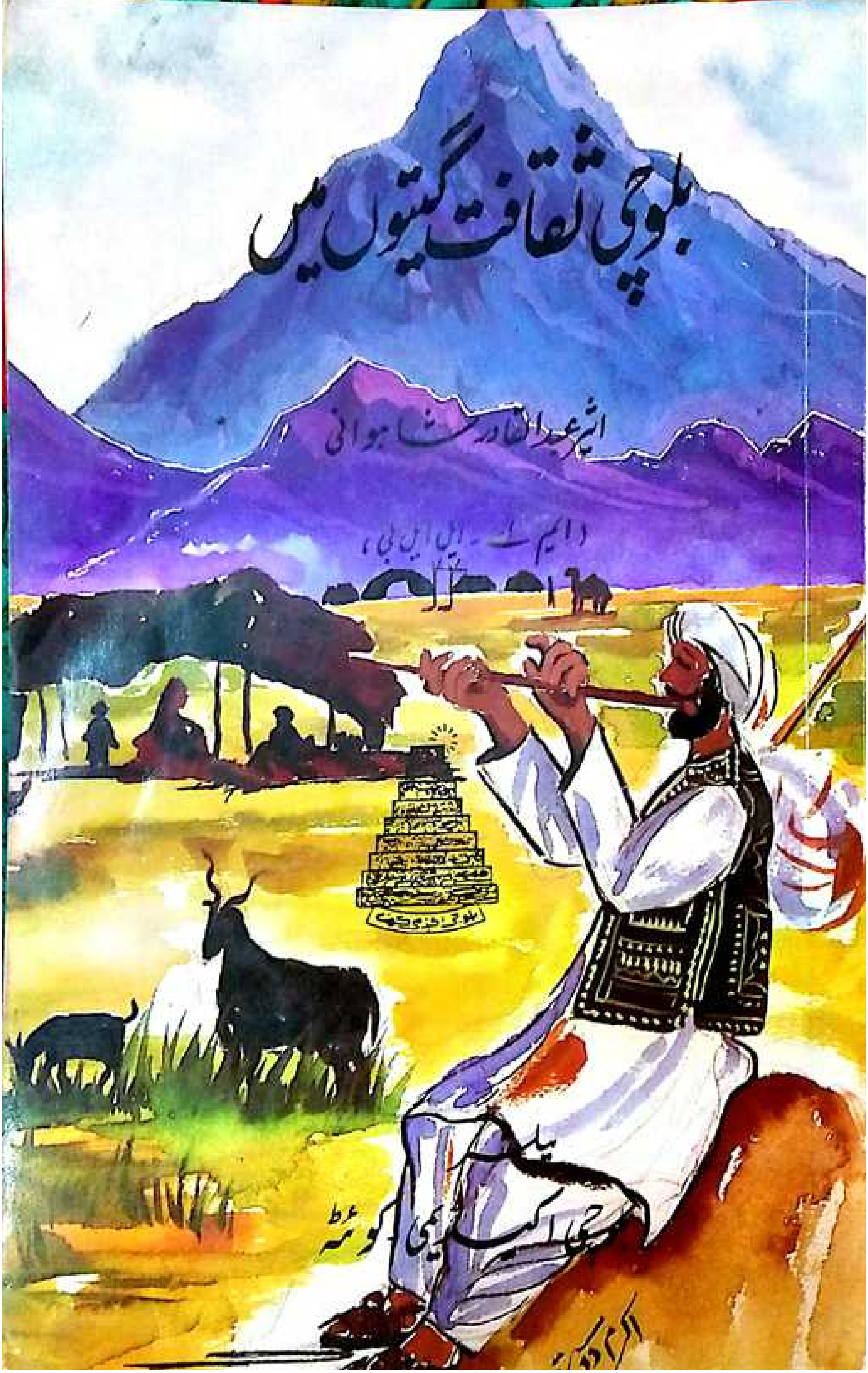
بلوچی ثقافت گیتوں میں
اثر عبدالقادر شاہوانی
(ایم اے۔ ایل ایل بی)
بلوچی اکیڈمی کوئٹہ

بلوچی ثقافت گیتوں میں

ایئر عبدالقادر شاہوانی

(ایم اے - ایل ایل بی)

پبلشر

بلوچی اکیڈیمی - کوئٹہ

(جملہ حقوق محفوظ)

نام : بلوچی ثقافت گیتوں میں

بارِ اوّل : جنوری ۱۹۹۳ء

تعداد ایک ہزار

طابع ملک پرنٹرز۔ کوئٹہ

پبلشر بلوچی اکیڈمی۔ کوئٹہ

قیمت مجلد ۱۳۰ روپے

غیر مجلد ۱۰۰ روپے

کتابت شہزاد عارف

انتساب

سوختہ جان مُرید

اور

جگر چاک حانی

کے نام

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱-	پیش لفظ	۸
۲	کمہاروں کے گیت	۱۳
۳	حریتِ فکر و نظر	۱۶
۴	ثقافتی حرف و حکایات	۱۷
۵	تمدن	۱۹
۶	ماضی کے گُل غنچے	۲۰
۷	مئے معرفت سے سرشار آرزومندی کے گُل	۲۶
۸	جذبۂ حریت	۲۹
۹	سونی دھرتی کی آبرو پر عزم ایثار	۵۲
۱۰	مسرت آزادی	۵۵
۱۱	ایفائے عہد	۵۸
۱۲	عہد و پیماں کی عبرتناک روایات	۶۰
۱۳	آزمائش خونیں	۶۳
۱۴	شاہ مرید کا ایفائے عہد	۶۵
۱۵	مرید کی موج صدا	۶۹
۱۶	جگر چاک حانی اور سوختہ جان مُرید کی بددعا	۷۳
۱۷	غیرتِ گراناز کی آتش افروز چنگاریاں	۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸	طعنوں سے محمود اللہ کی سنگباری	۸۱
۱۹	ثقافتی سرزمین سے پیوست ماں کی لوریاں	۸۸
۲۰	لوری نے چاکر کی جان بچائی	۸۸
۲۱	انتقام جوئی کے دہکتے نغمے	۹۶
۲۲	ابرِ گریزپا کی مجبوری	۱۱۷
۲۳	ماں کی زیبائش پہلوئے تمنا	۱۲۰
۲۴	محبوبہ کی بہارِ جمال	۱۲۳
۲۵	جب عشق حسن کے جلووں پر نثار ہونے لگتا ہے	۱۲۷
۲۶	جذبوں کی سیرابی	۱۳۲
۲۷	سخاوت و فیاضی کا سمندر	۱۳۷
۲۸	ملن سنگیت	۱۳۸
۲۹	دوستین اور شیرین کی نظم	۱۴۳
۳۰	شی کے نامۂ شوق کے جواب میں حسن زند کی نظم	۱۵۵
۳۱	الھڑ دوشیزہ اور گھبرو جوانوں کی کھنکتی گفتگو	
۳۲	آرزوؤں کی الجھنوں کا بیان	۱۶۵
۳۳	حسنِ سیرت کے نقش و رنگ	۱۶۹
۳۴	اشک لہو رنگ	۱۷۱
۳۵	طوفِ عظمت کے عروج و زوال کی داستان	۱۷۵
۳۶	تمام نقوش کا مظہر	۲۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

میر عبدالقادر اثیر شاہوانی نے مجھ کو امتحان میں ڈالدیا جب اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں اس کی کتاب " بلوچی ثقافت " کا پیش لفظ لکھ ڈالوں ان کی یہ خواہش میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر کچھ بحیثیت مجموعی ثقافت پر لکھنا ہوتا تو یہ کام نسبتاً آسان ہوتا مگر کتاب کے مندرجات کا جب مطالعہ کیا تو یہ معلوم کر کے اس کام کی دشوار گذاری کا اندازہ ہوا کہ بلوچی میں لوک اور کلاسیکی شاعری کا یہ ایک انتخاب ہے گویا مجھ کو بلوچی ثقافت کے ایک اہم ترین مظہر پہ خامہ فرسائی کرنا ہے جو عنوان کے اعتبار سے تو فرد ہے لیکن خصوصیت کے لحاظ سے پوری ثقافت کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تاہم بلوچی ثقافت پر کچھ اپنے مخصوص نقطۂ نظر سے عرض کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ثقافت کا مختصر سا مفہوم بھی معلوم کر لیا جائے تاکہ اس شعری انتخاب کی قدر و منزلت اس حوالے سے معتبر ہو سکے۔

دنیا کی ہر قوم اپنے ذہنی سکون فکری آسودگی کے لئے چند ایک

ایسے اعمال کی محتاج ہے جو اس کی معاشی ضرورتوں سے مطابقت نہیں رکھتے یا براہِ راست معیشت سے زیادہ معاشرت سے لگاؤ رکھاتے ہیں جیسے رقص و موسیقی ادب، روایات جو لطیف انسانی جذبات و احساسات کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ ان کو مجموعی طور سے ثقافت کا نام دیا جاتا ہے جبکہ وہ عناصر یا عوامل جن سے معاشی اور سیاسی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ جیسے ریل، موٹر، بجلی وغیرہ انہیں تہذیب کے دائرے میں گنا جاتا ہے۔

پروفیسر راکرنج جو ایک نامور دانشور ہے۔ ثقافت کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ ثقافت کا مطلب شعور کی قدردانی ہے۔ یہ انسانیت سے محبت بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔
یہ ایک ایسی خوشبو ہے جو خوشحال زندگی سے مالطہ اور اتحاد پیدا کرنے کا وسیلہ ہے۔ ثقافت ترقی؛ حسی جوہر یا فکری عظمت تک رسائی کا زینہ ہے۔

ایک اور دانشور ہنڈلڈ کا قول ہے کہ ثقافت کی حیثیت ایک معاشرتی طاقت کی سی ہے اس طاقت کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ معاشرہ اپنے جملہ مقتضیات سے بہر لحاظ مقاومت و مطابقت رکھتا ہے۔
ان تشریحات کی روشنی میں جب ان منظومات کا جائزہ لیا جائے گا۔ جو محترم میر عبدالقادر شاہوانی نے منتخب کر کے اس کتاب میں محفوظ کئے ہیں تو ان کے ذوق جمال کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے ان منظومات کو اس سے پہلے بھی مختلف دانشوروں نے جزواً اپنی کتابوں میں درج کیا ہے مگر شاہوانی صاحب نے ان کو ایک

اور نظر سے دیکھا ہے جس سے بلوچی ثقافت کی توانائیاں جھلک رہی ہیں ۔ بلوچ ثقافت میں مہمان نوازی، پناہ دہی، ہمسایہ نوازی، لباس بہادرانہ کارناموں کے پہلو اگر بنظر غور دیکھے جائیں تو ان منظومات میں واضح طور پر نظر آئیں گے ۔ ان میں بہادر غیور اور محترم ماؤں کی لوریاں میں بیٹوں کے لئے لاانتہا آرزوؤں کے چراغ فروزاں ہیں تو چاہنے والی بہنوں کی تمنائیں معصوم لفظوں کا روپ دھارے ہوئے ہیں ایک ایسی لوری میں ماں کی ماتا اور بہن کی اپنے بھائی کے لئے محبت کے لفظوں کو اس طرح زبان ملی ہے ۔

"میرا بیٹا اک خوش پوش جواں بنے گا۔
چھ کے چھ ہتھیار سجا کر نکلے گا
تلوار، بندوق، کٹار، ترکش سے مسلح ہو کر
تند خو گھوڑوں کو قابو کرے گا

بلوچوں کی میری مجلس میں ممتاز ہو گا۔
دشمنوں کو خوار و زبوں کرے گا

یہ میری ممتا کی آرزو ہے
جنگ و جدل کی مشکل گھڑی میں تو
تلواروں کے سائے میں گزارے
میں تمہاری جنگی مہارت کی امیدوار ہوں
تمہاری بہن دور دیس میں تمہاری
کامیابیوں کی متمنی رہے گی
تمہاری محبوبہ کی مرادیں برآئیں

قوم تجھ پر فخر کرے

اور میری لوریوں کو عزت ملے

چھ کے چھ ہتھیار سجانا، تند خو گھوڑے دوڑانا، اپنی روایات کی سربلندی کے لئے میدانِ عمل میں سربکف ہونا یہ بلوچی شعری روایات کا خمیر ہے جس سے کوئی ایک نظم بھی خالی نہیں ہے۔ منظومات کے مرکزی کردار خواہ کسی عہد اور کسی مقام سے ہوں اُن کی شجاعت، پناہ دہی کی روایت مہمان نوازی کی سرشت ان منظومات میں واضح طور پر جھلکتی ہیں۔

میر عبدالقادر شاہوانی نے اس کا ابتدائیہ بجا طور پر کہساروں کے گیت سے کیا ہے ہیں:-

درس ہمت و عنوان شجاعت ہیں
بخود خریدہ و محکم چو کہساراں ذی
چو خس مر ذی کہ ہوا تند شعلہ بیباک است

یہی بالاچ گورگیژ کی تلقین بھی ہے:-

ہ۔ یہ پہاڑ بلوچوں کے لئے بمنزلہ قلعہ ہیں
اونچی اونچی چوٹیاں محسن خانہ ہیں
چٹانیں بچھونے اور کھائیاں رفیق سفر ہیں
منتخب تیر ان کے بیٹے اور نیزے داماد کا مقام رکھتے ہیں

بلوچی ثقافت کی عزت قائم رکھتے ہوئے ایسے بلوچ پناہ دہی کی رِیت کے لئے جان کی بازی لگاتے ہیں تاکہ وہ اپنی آئندہ نسلوں میں قابل احترام قرار پائیں۔ تاہم صرف پہاڑوں ہی سے اس عظیم

ثقافت کا آموختہ گوش گذار نہیں ہوتا۔ صحرانورد، دریا آشنا بلوچ بھی ثقافتی روایات کے امین تھے۔ میر عبدالقادر شاہوانی کاش کہ ملک خلی کی گمشدہ نظم کا بھی سراغ لگاتے جس نے ہمایوں کے تاج شاہی پر بلوچی جہانداری کے تقاضوں کو ترجیح دے کر صحرائی بلوچ کی ہوا اکھڑنے نہیں دی، چنانچہ علامہ اقبال کو بھی اس واقعے نے متاثر کیا جس کے تحت آپ نے وہ ابیات کہیں جو بلوچی عظمت کو تسلیم کرنے کے برابر ہے۔

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارہ

اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی نہ بخارا

حانی شہ مرید، للہ اور گراناز، عظیم جہانزہ سے متعلق منظومات جناب عبدالقادر اثیر شاہوانی نے اپنے پُر اثر، شوخ و دلربا لطائف کلمات کے ساتھ اس کتاب میں شامل کئے ہیں اس میں گو رزم و بزم کی تخصیص روا نہیں رکھی لیکن معروضی حالات کے اعتبار سے غیر شعوری طور پر رزم کا پلہ بھاری لگتا ہے، جو بلوچ ثقافت کی روح ہے جب تک یہ روح بلوچ اہلِ قلم کی نوک قلم میں موجود ہے یہ ثقافت اور اس کے مظہر باقی رہیں گے

سیالی ءِ جگر ءَ ہون، غلامی ءِ شپ ءُ نور

بلوچ ءِ بیرک ءُ شہر یں زمیں، پتو کبیں ستور

غوث بخش صابر کوئٹہ

۲۶ رمئی ۱۹۹۲ء

کہساروں کے گیت

عرب کے بحرِ بیکراں کے طویل ساحل پر واقع جغرافیائی لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل اور انتہائی حساس خطہ بلوچستان بڑے مضبوط، جفاکش اور جری قبائل کا مسکن ہے اور صدیوں سے یہ نہ صرف بے باک و آزاد منش انسانوں کا گہوارہ رہا ہے، بلکہ یہ وہ دشتِ حسین ہے۔ جس میں فطرت نے بلند و بالا پر جلال پہاڑ، وسیع دل ریگستان اور سحر آفریں وادیاں تخلیق کی ہے۔

کہکشاں کے ہمراز کوہسار، عظمت و وقار، شجاعت و استقامت صبر و قناعت اور وسعتِ قلب و نظر کے جیتے جاگتے پیکر ہیں جن کی پر اسرار تنگ و تاریک گھاٹیوں کے آغوش میں واقع گنگناتی آبشاریں اور سبک خرام ندی نالوں کے دوش بدوش مچلتے ہوئے چشموں اور چھلکتی ہوئی کاریزوں سے سیراب و شاداب حسین و دلنواز نخلستانوں اور دلکش و جاذب نظر مرغزار وادیوں میں سبزے کی مہک، گل و لالہ کی سرخی کی دمک اور پھلوں کی میٹھی میٹھی خوشبو کی مہک حسن فطرت کے شیدائیوں کے قلب و نظر کو فرحت بخشتے ہیں۔ ان خلوت گاہ نما وادیوں میں جو زندگی انگڑائیاں لیتی ہے، اس میں سکون بھی ہے اضطراب بھی رزم خونیں بھی ہے، بزم رنگیں بھی۔

یہ روح پرور نخلستان اور سحر آفریں وادیاں خوشحالی اور پر مسرت زندگی کی ضامن ہیں۔ اس زندگی کا ہر لہرا چاہے وہ آبشاروں کے

کے ترنم سے چہچہاتے، یا پھولوں کی مہک سے بکھرے۔ چڑیوں کی چہک سے جاگے یا امنگ بھرے دلوں سے پھوٹے گیت کہلاتا ہے۔

گیت ہمارے سرمایۂ امتیاز و افتخار ہیں ہماری تمناؤں، آرزوؤں اور حسرتوں کے آئینے ہیں۔ ہمارے تخیل و تصورات، جذبات و احساسات اور رنگینیٔ خیال کے عکاس ہیں۔ گیت خوابیدہ روحوں کے کوس رحیل ہیں۔ یہ رسیلے گیت نہ صرف ہماری بھرپور زندگی کے صحیح خدوخال کے ساتھ ہماری معاشرت، تاریخ اور وطن کی شخصیت کے مظہر ہیں۔ بلکہ ان میں ہمارے ماضی کی مہکتی یادوں کے پھول، حال کا شفاف آئینہ اور تابناک مستقبل کے سندر سپنوں کا رنگ تعبیر بھی مہر چرخ درخشاں کی طرح نکھر کر سامنے آتا ہے۔

تانبے کی طرح دمکتے ہوئے پر شکوہ کوہسار، جذبۂ حب الوطنی سے سرشار و جانفشاں کسانوں، جیالے ساربانوں اور دریدہ پیرہن چرواہوں کی قیام گاہ ہیں، جو شادمانی اور صبح خنداں سے ہمکنار ہونے کے لئے شب جاگے روز جاگے، شب و روز رواں دواں معصوم نغمے گنگناتے ہیں، جن کے میٹھے سُروں کی مالائیں خوشبو بھری مدھر فضاؤں میں یوں گردش کرنے لگتی ہیں

ہم آزاد دھرتی کے غیور بیٹے ہیں ۔۔۔ جن کے سر بفلک پہاڑ
ہماری خودی کی طرح بلند ہیں۔
جن کے وسیع و عریض دشت
ہمارے دلوں کی طرح بیکراں ہیں۔

ہر صبح
ہمارے لئے ایک نئی منزل کا پیام لاتی ہے۔
ہر شام
ہمارے لئے ابدی راحتوں کی سوغات لاتی ہے۔
اور ہر شب
ان حسین مرغزاروں کے تصور میں بسر ہوتی ہے۔
جہاں مترنم چشموں کے کنارے
دلفریب سبزہ زاروں میں
ہماری بھیڑ بکریاں خراماں چرتی پھرتی ہیں۔

حریت فکر و نظر

حریتِ فکر و نظر ان آزاد منش قبائل کا مایہ ناز ورثہ ہے۔ وہ نئے آفاق کی تلاش میں شاہین بے آشیاں کی مانند کبھی چٹانوں کی دبیر چھاؤں میں سنگ نشین ہیں، تو کبھی کونجوں کے غول کی طرح دشت و صحرا میں قطار در قطار خیموں میں خاک نشین ہیں۔ ان کی آزاد خیالی روح پرور و متلاطم زندگی رشک آفریں غیرت و حمیت اور دنیا میں بہاروں کی طرح پھیلاؤ اور زمانے میں تاروں کی مانند چمکار سے متاثر ہو کر قومی شاعر علامہ اقبال جیسے صاحبِ شعر و بصیرت نے "بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو" میں یوں خطاب کیا ہے۔

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی نہ بخارا
جس سمت کو چاہے صفتِ سیلِ رواں چل
وادی یہ ہماری ہے وہ صحرا بھی ہمارا

وادی یہ ہماری ہے، وہ صحرا بھی ہمارا۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سردارا

ثقافتی حرف و حکایت

مہوش کی گھنیری زلفوں کی خنک چھاؤں جیسی سبز گھاٹیاں، جان و آبرو کے محافظ دیو ہیکل چٹانیں، خوشحالی و زندگی کی ضامن رشکِ ارم وادیاں اور نوادر کے متاعِ گراں بہا سے بہرہ اندوز سرسبز و شاداب کہساروں کی بلند چوٹیوں کے سنگین محلات میں مقیم غیر معمولی فطری خوبیوں کے مالک پیوند پوش باسیوں کی تہذیب کی زندہ علامت اور تمدن کا میلا بھی یہی برستے ہوئے نغمے ہیں جن میں سرور و کیف کے آیات بھی ہیں۔ دردِ دل کے گیسوؤں کی سنگھار بھی اور ثقافتی حرف و حکایات کے ہشت پہلو ہیرے کی چمک دمک بھی۔

ان کے قصرِ ثقافت کی تعمیر میں جو عوامل کارفرما ہیں۔ ان میں

★ احساس و مروت ایسی کہ خار کو بھی پھول کا حسن بخشیں۔
★ سخاوت و فیاضی کی بیکرانی، جیسے قلزم و جیحوں سینوں میں رواں
★ امن و صداقت کی روشنی سے کوہ و دمن ضوفشاں
★ غیرت و شجاعت کی پہنائیاں، فضا کی وسعتوں سے بیکراں
★ شعلۂ انتقام بھڑکے تو دو سو سال تک فرد نہ ہونے کا امکان
★ ایفائے عہد کا ایسا پختہ ایمان کہ ہر پیمانِ وفا پر جان و

تن قربان۔

★ تسخیر جہاں جیسی مہم جوئی پر مہر و مہ و کہکشاں بھی انگشت بدنداں

★ زیر پناہ کی دستگیری اور احترام خواتین کی روایات جگنو کی مانند تاباں و فروزاں

تمدن

گہوارۂ ماہ وانجم اور رفعت کدہ کہساروں کے آزاد منش وشمشیر زن سورماؤں نے اپنے ان اوصاف حمیدہ اور فطری اقدار کو بھی پھولوں کا روپ اور نغموں کی خوشبو دے کر رسیلے گیتوں کے مدھر بولوں میں ڈھال دیئے ہیں اور وہ اپنے تمدن کی بات کچھ یوں کرتے ہیں۔

کوہنگ ءَ اے کوہیں قلات
کِس ءَ پٹ ءِ میراث نہ انت
ما پہ سگاراں گپتگاں

★

کوہ انت بلوچانی قلات
ابنارش بے ہوشیں گرانت
برزیں ہشی اش گوانگرانت

ماضی کے گل غنچے

ماضی کے دن سندر سپنوں کی طرح ایک ایک کر کے جب ذہن کے پردوں پر ابھرنے لگتے ہیں تو کہساروں کی تاریک گھاٹیوں میں بھی ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیل جاتی ہے۔ دلنواز وادیوں کی فضا معطر ہوتی ہے اور مذہب و نسل کی تاریخ گیتوں کے پیرہن میں ڈھل کر گلفشاں وہاں سے یہ گل غنچے کھلتے ہیں۔

جبکتہ پنج مرد بلوچیں
گوں رسول ءَ شاہلیءَ
دوست نماز ءَ کرپڑھگن
مڑ کنتی پانگی ءَ
جنگ ارتہ گوں کفاراں
نہ حساب ءَ زیادہیءَ
ترونگلی تیرءِ شلیاں
درکپاں داثو زنی ءَ
جلتش ایماں مں ہندءَ
ڈنمنگ ءَ نہ اشتش وتی ءَ
تنگویں تاجے بلوچ ءِ را
داتہ آروچ ءَ بنیءَ

○

اولاد میرین ہمبزنیگ اوں
سوب درگاہ ءَ گوزیت
اش حلب ءَ پاد کایوں
گوں یزید ءَ جھیڑوانت
کلبلا بھنبور مں نیام ءَ
شہر سیستان منزل انت
★ مئے سرءَ میرین جلال ھان
چھل و چھیارین بولک انت
تھی بلوچ بازو بیار انت
درست مں رندءُ مال بنءَ انت
★ رندو لاشار اوارنت تزان بتش یہ وتاں
بیات وشیدءَ بلڈول پہ گیابیں ھلکہاں
جو ومیتا پاں کمبوٹں بہر کنوں بی پہ وتاں
تھی راج وودرانا کس ملیکوں بیا آنکاں پہ لوگ وگدان
★ شیتک مں سرات سرداریں
نوز بندگ سکھی سالاریں
راجاں سرجمی ءَ زرتنت
آب ءِ ورد ءِ نصیبءَ برتنت
کھورو کھوردیان ءَ گندان ءَ
آپ و آپ سراں نندان ءَ
کوراہی پشال گردان ءَ

گوواہی پشاں گردان ءَ

نوذ بندغ شتگ سارتی ءَ

گوستگ بانگتر ہاری ءَ

پکّیں گومذتن آکیل کور ءَ

پہ بشامی نگوزتیں ہجر ءَ

راجاں جبے جت بیچی ءَ

دیما پہ سیبی و کچّی ءَ

★ لڈّتہ بلکاں چہ نبی حسناں

باگ و بازاریں جھلکو و اشتنش

دیما من زر سوچیں مولوءَ داتش

★ کشتگ گوواتی ہما ملک ءَ

چاکر پہ لڈّو بوتی رواں بیتہ

زور سیوی چہ دڑ منال زیتہ

★

ترجمہ

پانچ بہادر بلوچ ——

رسول اللہؐ کی خدمت میں کھڑے تھے۔

جب خدا کے دوست نماز پڑھتے تھے

تو وہ پہرہ دیا کرتے تھے۔

جب کفار کے ساتھ لڑائی چھڑ گئی

کفار کا لشکر بے شمار تھا۔

تیر ادوں کی طرح بہے
اور زمین سے دھواں اٹھنے لگا
مگر وہ (پانچوں بلوچ) ثابت قدم رہے
ان کا ایمان قائم رہا۔
دشمن ان کو مغلوب نہ کر سکا
اس دن پاک نبیؐ نے بلوچ کے سر پہ طلائی تاج رکھا

★

ہم امیر حمزہ کے اولاد ہیں، نصرت ایزدی ہمارے ساتھ ہے
اور ہم حلب سے اُٹھ کر آئے ہیں
یزید سے لڑنے کے بعد کربلا اور بھمبور کو پیچھے چھوڑ کر
سیستان کے شہر میں ہم نے ڈیرے ڈالے ہیں

★ میر جلال خان ہمارا سردار ہے۔ اور
ہم چوالیس قبیلے ہیں۔
ہمارے ساتھ اور بھی بے شمار بلوچ ہیں
لیکن وہ رند کے طائفے میں شامل نہیں

★ ایک دن رند و لاشار جمع ہوئے
اور آپس میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔کہ
آؤ اب یہاں سے لد چلیں
سرسبز و شاداب وادیوں کی طرف
ندیوں، چشموں اور زرخیز زمینوں پہ قبضہ کریں
اور پھر ان کو آپس میں بانٹ لیں۔

دوسری قوموں اور ان کے راجاؤں کو
خاطر میں نہ لائیں۔
(یہ فیصلہ کر کے وہ روانہ ہوئے)
سردار شئیک آگے آگے تھا۔
★
سخی نوذ بندرغ (قبائل کا) سپہ سالار تھا۔
وہ ان کے سارے قبیلوں کو ساتھ لے کر چلے
آب و دانہ جن کی قسمت میں تھا
پہاڑی ندیوں اور ان کے منبعوں کو دیکھتے بھالتے
پانی کے چشموں اور جھیلوں کے کنارے ڈیرے ڈالتے
کوواہ کے چٹیل میدانوں میں گھومتے پھرتے
انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔
نوذ بندرغ ان سے آگے آگے جا رہا تھا۔
بالگتر سے وہ سیلِ آب کی مانند گزرے
کیچ کی ندی اور کیل کی ندی پر سے
وہ ساون کے بن برسے بادلوں کی طرح چلے گئے
تمام قبائل ان کے ساتھ تھے۔ اور
وہ سبی اور کچھی کی طرف چلے جا رہے تھے
★ پرانی قیام گاہوں سے ڈیرے اٹھا لئے گئے
جھلاوان کے سرسبز و شاداب پہاڑوں کو چھوڑ کر
انہوں نے اپنا رخ روہیل چمک دمک والے مزلہ کی طرف پھیر لیا
★ گولہ کو نکال کر گنداوہ پر قبضہ کیا

میر چاکر بولان منزل بہ منزل سفر کرتا ہوا
سبی پہنچا ۔ اور
سبی کو طاقت کے بل پر دشمنوں سے چھین لیا۔

★

مئے معرفت سے سرشار آرزومندی کے گُل

ان جفاجو سنگلاخ چٹانوں اور پراسرار گھاٹیوں میں بسنے والے بادیہ نشینوں کے بول سیدھے سادھے جذبات کا ہی اظہار نہیں کرتے بلکہ زندگی کے حقائق سے روشناس کراتے ہیں، عشق و عرفان کی شمعیں بھی روشن کرتے ہیں۔ زندگی کے اصل راز کو پانے اور تاریک گوشوں کے لئے نور کے حصول کے لئے معبود حقیقی سے ملنے کی مئے معرفت سے سرشار آرزومندی کے گل بھی کھلاتے ہیں۔ شاعر کہستان کے درد دل پہ جب آفاقی مسرتیں صبح نشاط کی صورت میں طلوع ہوتی ہیں تو اسے صحرا بھی گلستان لگتے ہیں، اور جب اس کی فکر و آگہی کا قافلہ نغمہ سرا ہوتا ہے تو انسان تو انسان رہے کہساروں کے حشر و شجر بھی وجد میں آتے ہیں۔

من جنڈ ءِ نگنداں شہ جہاں بکایاں
تئیِ قدرتاں دم پہ دم گند غایاں
آسماں ءِ شیر ءَ جتڑ د ماد ملاماں
نوک آف مانتت شہ دھشیں تلایاں
رشنت نوز ونبی گوں سارتیں ہوایاں
جان ءَ رابازیں براسیب کھایاں
بازیں مہراواں مناماں دلایاں

خدا رو بروئیں ادب نال الایاں
دے ءُ دلیل ءُ سرنیا ءُ چلایاں
ہمو ذاکہ نینٹوں پھموذا گلایاں
وت گون گراں چھوں مئیں بے سمایاں
وت سوہویں ڈُسغ مُیں رندورایاں
سرءُ ہفت آسمانءِ منزل ءُ یاں
ہر یک ءِ تچک ءُ ہوغیں دریایاں
ہما درانذہ بُرجاں ماں چتر ءِ سرایاں
بغنے کر بوشتئے نگاہ ءُ نے یایاں
روش منزل ءُ کھنت وکرشی گوں تایاں
بتی بلرخاں چراغا صفیاں
محمد صاحو ءُ داشتغاں پہ کلایاں
تھتی عرش وکرشاں گوں تکھیں لقایاں
معراج ءِ حال گوں نبی مرسل ءُ یاں
اول نام اللہ دگر کل پھیذایاں
رہبر رسول مئیں حشرءُ مُیں پہ شفایاں

——— جوانسال

ترجمہ:

یہ میری بے بصارتی ہے کہ میں تجھے نہیں دیکھ پاتا
لیکن تیری قدرتوں کو تو بار بار دیکھ رہا ہوں
زیر آسمان تیرے برسنے والے میٹھے آب

مہیا کرتے ہیں
اور ٹھنڈی ہواؤں میں برس کر ہمیں سکون
و آس پہنچاتے ہیں۔
میری آرزوئیں اور تمنائیں تو بہت ہیں
لیکن میں اپنے خالق و معبود کے حضور
عجز و ادب سے بات کرتا ہوں
اور ابتداء ہی سے دل کی بات کا اظہار کرتا ہوں
جہاں سے مجھے کچھ نہ سمجھائے وہاں سے کچھ کہتا ہوں
وہ تو میرے ساتھ ہی ہیں، مگر میں بے خبر ہوں۔
وہ خود واقف اسرار ہیں اور رہنمائی کر رہے ہیں
اوپر سات آسمانوں کی منزلیں ہیں
جہاں مچلتے ہوئے دریا رواں ہیں۔
اور وہی بارہ گھومتے بُرج بھی
جو گھومیں یا رکیں نظر نہیں آتے۔
سورج اپنی پوری تاب کے ساتھ منزلیں طے کرتا ہے
جھلملاتے تارے روشن چراغ کی مانند چمکتے ہیں
اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ ساکت و دائم ہیں۔
تیری عرش و کرسی میں لاکھوں نظارے ہیں
معراج کا بیان تو نبی مرسلینؐ کے ساتھ ہے
سرفہرست خدا ہی کا نام ہے باقی سب بعد میں
حشر میں ہمارے رہنما اور شافعی اللہ کے رسولؐ ہیں

جذبۂ حریت

آزادی معبودِ حقیقی کی نعمتِ عظمٰی ہے جس سے انسانوں کو اجتماعی طور پر سرفراز فرمایا ہے۔ اس کی قدر و منزلت کا اندازہ وہی لگا سکتے ہیں۔ جن کی تاریخ کے اوراق دوسروں کی محکومی کی سانس میں ڈوبے رہے ہوں۔ یہ ایک انسانی المیہ ہے کہ ہر دور میں طاقتور اقوام توڑ اور حیلہ جوئی کے ذریعے اپنے سے کمزور قوموں کو آزادی کی نعمت سے محروم کرتی رہی ہیں۔ ایسے ہی جب سات سمندر پار کی تاجر قوم نے اپنے گھٹیا مفادات کے لئے ایسی شاطرانہ چالوں اور طاقت کے مظاہروں سے اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے برصغیر کے اس خطہ میں اقتدار مسلط کرنے کے لئے قدم بڑھانے شروع کئے تو بلوچستان کے کوہساروں کے سربکف محبِ وطن سورماؤں نے سیسہ پلائی دیوار بن کر ناموسِ وطن کی خاطر جو قربانیاں دیں، وہ۔

وہ دیکھئے، غازیوں کی صدائے بازگشت فضاؤں میں منڈلا رہی ہے۔ تاریخ کے دھندلے سے افق پر شمشیروں کی چمک جھلملا رہی ہے۔ ماضی کے خواب آلود صحراؤں میں جنگی باجوں اور ظلم و تشدد سے پھیلے ہوئے انسانوں کے شور و غوغا کی وحشت ناک صدائیں گونج رہی ہیں۔ جنگ میں مصروف دیو ہیکل جانبازوں کی تصویر آنکھوں میں بکھر جاتی ہے۔ اور وطن کی آزادی و ناموس کے دفاع کا یہ واقعہ گیتوں کے پیکر میں یوں بیاں ہوتا ہے۔

بگوشتہ شیر نر ہمچوش
تو بر نس بر سرت کن ہوش

زیادہ بیش من مخروش
اش آ روچ ءَ کہ برتخت ءَ
نشتہ گوں وتی بخت ءَ
رسول اللہؐ گواہ استیں
من ءَ گوں کافر ءَ کستیں

★

کتی خان ءَ ہمے تران ءَ
بہ تحقیق ءَ بہ دیوان ءَ
بیا داروغہ ء دانا
بروگوں میر حسن خان ءَ
برا مینکل و رخشان ءَ
بگش آ زاتِ عباس ءَ.
بیا جلدی ہمے پاس ءَ
مردچی جنگ بنگاہی
گوں ءَ انگریز ءَ تنہائی
وتی تخت ءِ سرءَ جاہی
کناں جنگے بہ دلواہی

★

ترجمہ
شیر نر (محراب خان) نے کہا
ہوش سنبھال لے برلنس اپنا

گستاخی نہ کر یوں اتنا
اپنا نصیب لے کر
جس دن سے بیٹھا ہوں تخت پر
قسم اللہ کے رسولؐ کی
دشمنی ہے میری کافروں سے

★

کہا خان نے دیوان میں
جلدی سے اے داروغہ تو
میر حسن خان کے ساتھ چلا جا
مینگل اور خشانی قبائل کی طرف
اور عباس کے بیٹے آزاد خان سے بھی
جا کر کہہ دے کہ ———
جلدی اسی وقت آ جا
آج انگریز فوج و سپاہ کے خلاف لڑائی میں
میں اکیلا ہوں
مگر یقین جانو ——— کہ
اپنے تخت کے لیے مردانہ وار لڑوں گا

گوں بنگاہ فوج و سامان ءَ
کومک بہ، گوں ورتی خان ءَ

یعنی : جاکر میر رشید خان سے کہدے کہ
آج رذاتیات چھوڑکر) میدانِ جنگ میں
فوج رسد اور سامان جنگ لے کر آجا
اور اپنے خان کی مدد کر

رشید خان زرک زئی خان سے ناراض تھا۔ خان نے قادر بخش زہری کو قتل کیا تھا۔ رشید خان اس کا عوض کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس وقت جبکہ ایک بیرونی حملہ آور اس کے وطن اور قومی عزت وشرف پر دھاوا بول چکا تھا۔ اسے ذاتی رنجش کو قومی اور ملی معاملے پر ترجیح دینا نہیں چاہیئے تھا۔ اور شاید وہ ایسا نہ کرتے لیکن ملا محمد صدیق جسے خان نے اپنا قاصد بنا کر اس کے پاس بھیجا تھا وہ خفیہ طور پر انگریزوں سے ملا ہوا غدار تھا۔ اس نے میر رشید خان کو ورغلایا اور خان کی امداد سے باز رکھا، اس سلسلے میں ملا محمد حسن شاعر کہتا ہے۔

رشید خان! ظاہر از ہرانت
گوشی مرچی سنی دار انت
من ءَ خان ءُ گوں چی کارانت
دتی وَت خان سردار انت

یعنی
رشید خان نے
جو علی الاعلان خان کے خلاف تھا۔

کہا کہ آج مجھے خان سے بدلہ لینے کا موقع ملا ہے
مجھے خان سے کوئی تعلق نہیں
(خان کو سرداروں کی ضرورت نہیں)
وہ خود اپنا سردار ہے۔

چند سرداروں کے سوا بلوچستان کا اور کوئی سردار محراب خان کی امداد کو نہیں پہنچ سکا انگریز جنرل ولشائر بہت جلد قلات کے قریب پہنچ گیا قلات سے بیس میل کے فاصلے پر زیارت کے مقام پر خان قلات کے لشکر اور انگریزی سپاہ کے درمیان پہلی مڈبھیڑ ہوئی۔ بلوچ لشکر شکست کھا کر قلات کے قلعہ میں محصور ہونے پر مجبور رہا۔ جنرل ولشائر نے قلات کو گھیر لیا۔ دوسرے دن علی الصبح جنرل ولشائر نے قلعے پر دھاوا بول دیا۔ شاعر نے میدانِ جنگ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے، کہتا ہے۔

برابر فوج تسأن ءَ
ہبل کاج گھرآن ءَ
تپنگ و توپ ءِ دتکارت
کلات من دوصوان گارت

یعنی؛

انگریزی فوج نے گھوم پھر کر حملہ کر دیا
بادلوں کی گرج کی طرح
توپ اور بندوقیں گونجنے لگیں
قلات دھوئیں میں چھپ گیا۔

انگریزی سپاہ کا ایک دستہ ایک غدار کی رہنمائی میں خفیہ راستے سے خان کے محل (میری)، میں داخل ہو گیا - اور اُس مقام تک رسائی حاصل کر لی - جہاں پر سے خان میر محراب خان اپنے معزز ساتھیوں کے ساتھ اپنے لشکر کی کمان کر رہا تھا - یہ دستہ خاص گورے سپاہیوں پر مشتمل تھا - یہاں پر جو دست بدست لڑائی ہوئی - اسے شاعر نے اس طرح بیان کیا -

گُتہ خان اولی وارءَ
پہ تحقیق ءَ پہ کفارءَ
جہانے دیستہ تلوارءَ
زپا افتاد شیر نر
رخش گردید مثلِ زر
بنوشید جام بے دَرور
زدستِ ساقیءِ کوثر
بنوشید خان کوہستان
بفضلِ رحمت رحمان

یعنی

بے شک کہ کفار پر
پہلا وار خان نے کیا
دنیا نے اس تلوار کی چمک دیکھ لی
پھر وہ شیر نر (میر محراب خان) گرا
ساقی کوثر کے ہاتھوں کوہستان کے خان نے

وہ جام نوش کیا جس کی نظیر نہیں ملتی
اس پر خدا کی رحمت ہو۔

شاعر نے نظم کے اختتام پر ان جوانمردوں کے نام گنوائے ہیں ۔ جنہوں نے اس لڑائی میں خان میر محراب خان کے ساتھ اس مقام پر گورا سپاہیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، کہتا ہے۔

خبر استن، تن و ڑنگس ءَ
کڈاں شاغاسی ءَ حبش ءَ
جواہر کرتہ ناموس ءَ
امیر عبدالکریم خان ءَ
ہزار رحمت کنت جوان ءَ
ولی محمد سیجاری ءَ
پذا خان زہ مزاری ءَ
شہید بوت بے مثیاری ءَ
بہ شہباز خان لہڑی ءَ
ملا فاضل محمد گون ءَ ت
سرو دپ دشمن زہ حون ت
آ دیوان بچہ ہر وانس ءَ
ڈنا کھیم عہند و گورداس ءَ

لہ وزیر دربار

ترجمہ:

جہاں تک مجھے معلوم ہے
شاغاسی تعریف کے لائق ہے

اس نے اپنے ناموس کو گوہر بنا دیا ہے۔
میر عبدالکریم خان رئیسانی کی تعریف کرتا ہوں)
اس جوان پر ہزار رحمت ہو
میر ولی محمد (مینگل) جو ایک راست باز شخص تھا۔
شیر کی طرح لڑتے ہوئے
خان کے بعد شہید ہوا
شہباز خان لہڑی کے ساتھ
ملا فاضل محمد بھی لڑائی میں شامل تھا
ان کے ہاتھوں دشمن کے منہ سے خون بہہ رہا تھا

دیوان بچہ ، ہرداس
کیھم چند اور گورداس بھی
قابل ستائش ہیں

ملا محمد حسن کی نظم جیسا کہ اقتباسات سے ظاہر ہے اگرچہ چست اور رواں بحر میں ہے لیکن اس میں رزمیہ کی وہ شان اور کڑک نہیں جو دور متقدمین کے شعراء کے کلام میں اور متوسطین میں بالاچ کی قومی اور جنگی نظموں میں پائی جاتی ہے۔ جزئیات کے بیان میں بھی مُلا محمد حسن ان پایہ کا شاعر نہیں۔ البتہ مُلا بوہیر میر داڑی نے اسی لڑائی سے متعلق ایک طویل بحر میں جو رزمیہ کہی ہے وہ بھی اگرچہ مُلا محمد حسن کی نظم کی طرح فارسی الفاظ و اشعار کی آمیزش سے مکدّر ہے لیکن شوکت لفظی، رنگین بیانی اثر انگیزی میں قابل قدر ہے اس نے خان میر محراب خان اور انگریزی سپاہ کی مڈبھیڑ، دست

بدست لڑائی اور خان کی شہادت کا بیان زیادہ بہتر طور پر کیا ہے - کہتا ہے -

جیہری گھوشبار و توپان یک دمانے گھرنگ
قصر و بادگیر ءَ نگہاڑین یک سرنگبش ژند کتگ
گیتپگنتش برج و بادگیر جنگ شاہی میتگ
پہ گھزب سلطان فزین شاہ ءَ بہ ہیبت گھرنگ
ھلے سنجاب شاہی ، تاج وزیور پوشتگ
گپتگی اسپر نگارین ذوالفقاری ہر جتگ
ہکل وہیبت کنان ءَ چو علیؓ زور کتگ

یعنی

موسلا دھار مینہ برسانے والے بادلوں کی طرح
غبارے اور توپ گرجنے لگے۔
محل اور قلعہ نما بادگیر پر (دشمن نے قبضہ کرلیا)
شاہانہ لڑائی مچ گئی۔
سلطانی شان وشوکت رکھنے والا خان
غضب میں آکر غرانے لگا۔
اس سنجاب کا شاہی لباس تاج اور زیور پہن لئے تھے
چٹان جیسی ڈھال کو ہاتھ میں لے کر تلوار کھینچ لی
اور یا علیؓ کا نعرہ لگاتا ہوا۔
دشمن پہ ٹوٹ پڑا

شاعر نے اپنی طرف سے منظر کشی میں کوتاہی نہیں کی ہے مگر چونکہ

وہ صحیح حالات سے باخبر نہیں تھا اور نہ ہی اس نے میدانِ جنگ میں کبھی جوانمردوں کے حملے کا سماں دیکھا تھا۔ اس لئے خان کو تاج شاہی لباس اور زیور پہنا کر میدانِ کارزار میں بھیجتا ہے۔ متاخر دور کے شاعروں کی رزمیہ نظموں میں اس قسم کی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ بہرحال خان میدانِ جنگ میں اکیلے نہیں تھے۔ ان کے ساتھ کئی دوسرے سرفروش بلوچ بھی اپنی شجاعت کا جوہر دکھلانے کے لئے موجود تھے۔ ان کے نام گنواتے ہوئے ملا بوہیر کہتا ہے۔

گون اَتی چندی مڑوکین مرد سازیں سیاہ جگر
تیگھ زنین عبدالکریم و تاج محمد شیر نر
میر ولی محمد نہنگین مینگلانی تاج و سر
شیر محمد، میر کمال خان، سرفرازیں سیاہ جگر
نور محمد سرمچاریں، زیب رستم، نامور
ہندوئے بجل مزاریں تو کلش کُرتگ اثر
یکزوش کُرتنت تپانچ و تیگھ الماسیں تبر
شاہ پیران بات کنگ یاغوث اعظم مستمر

یعنی

کئی سیاہ جگر (بہادر) مسلح اور لڑاکے جوانمرد
ان کے ساتھ تھے۔
جن میں شمشیر زن عبدالکریم (رئیسانی)
اور شیر نر تاج محمد (شاہوانی) بھی تھے
نہنگ کی طرح خونخوار مینگلوں کا سردار

ولی محمد تھا۔
شیر محمد اور میر کمال خان جیسے سرفراز و بہادر بھی تھے
اپنے سر کی پرواہ نہ کرنے والا۔
اور رستم کی طرح نامور نور محمد بھی تھا
شیر جیسا بہادر ہندو دیوان بجل بھی تھا
جس توکل کا اثر سب پر پڑا تھا۔
ان بہادروں سے پہلے طپانچے چلائے اور پھر
تلواریں اور الماسی تبر سونت کر،
اور پیروں کے بادشاہ غوث الاعظمؒ کو یاد کر کے
دشمن پر حملہ کر دیا۔

شاعر نے ان جوانمردوں کے جن کے نام گنوائے ہیں ہر ایک کے لڑنے اور جام شہادت نوش کرنے کا جدا جدا بیان بھی کیا ہے جو بلوچی رزمیہ شاعری کا ایک مسلمہ دستور ہے چنانچہ کہتا ہے۔

یک دمانے مکھو خراجی دری گوئزنت و دھڑی
خنجر و تیگھاں جڑ نیلنت خان کپتیں پہ پڑی
تیگھ زنیں عبدالکریم و تاج محمد مامڑی
میر ولی محمد ہنگین کپت مزاری و کھڑی
شیر محمد، میر کمال خان، جہل شتنت چہ مرکباں
نور محمد سر مچارین ھدری گت گوں ننگھاں
ہندوئے بجل نہ پہریزت مردانی چہ کتواں
گوں ولی خان ء شہید بوتنت گواہ من دپتراں

وطن عزیز پر جب غیر ملکی طاقتوں نے یلغار کی اور بلوچوں کو غلام بنانا چاہا بہت سے سرفروش سامنے آئے اور ان غیر ملکی حکمرانوں کے ساتھ جنگ کی اور جنگ میں کام آئے۔ انگریزوں کے خلاف میر بلوچ خان نوشیروانی جو اس لڑائی کے دو سرغنوں میں سے ایک تھا نہایت بہادری سے لڑا اور شہید ہوا۔ ایک دینار کہتا ہے۔

زرتہ شہیدی ءَ دراول محراب کیان
عطر دو شبوتی مشنگ فردوس آسیان
زہم کتہ نوشیری بلوچ خان پہلوان
چو روستم زال ءَ کشہتہ شمشیر ازمیان
چند قدم دیما رتنگت شیرین سیا جگر
رھتیگنت تراں برسر دجان ءَ چو مطر
عبرتے گپتگ پریشتگ دجن وہم لشر
گس گوسے شاہان نہ کنت جنگ ءَ اینقدر
تیری شش ماں ٹنت رفتگت دیما شیر نر
نعرہ و گھرّان ءَ شتہ چوش کہ پہل در
بیتگی تیر ءَ بر سرو دیم ءَ کرت گذر
رتگت بیات عرش و آسمان ءَ بے قدر
ناتگ جن و پریشنگ و مخلوق ءَ ستر
مات نہ کنت پیدا ہچشیں فرزند ءَ دگر
بگنت حوراں جنت الفردوس ءَ بہ سر

سب سے پہلے محراب خان رنو شیروانی) نے شہیدی حاصل کی

وہ فردوس آشیاں اپنے جسم پر
عطر اور خوشبو ملکر (میدان جنگ میں) آیا تھا۔
پھر بلوچ خان رنو شیروانی) نے
ایک شیر نر کی طرح تلوار میان سے نکال لی
اور رستم زال کی طرح حملہ کر دیا۔
یہ سیاہ جگر شیرابھی چند قدم ہی گیا تھا کہ
اس کے سارے جسم پر بارش کی بوندوں کی طرح
گولیاں برسنے لگیں۔
اس (کی جرائت) پر فرشتے جن اور انس حیران رہ گئے
اس (انگریز) بادشاہ کے ساتھ کون ایسی لڑائی لڑ سکتا ہے
چھ گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوگئیں۔
لیکن وہ شیر نر پھر بھی
جنگلی ہاتھی کی طرح چنگھاڑتا اور آگے بڑھتا رہا
(تا آنکہ) ساتویں گولی اس کے سر کے پار گذر گئی
عرش آسمان شور ہیہات سے گونج اٹھا
جن اور فرشتے اور دوسری مخلوقات نے زیادہ فریاد کی
ماں اس جیسا بیٹا پھر نہیں جنے گی۔
حوریں اسے سر پہ اٹھا کر
جنت الفردوس میں لے گئیں۔

دورِ متوسطین کے شعراء کی زبان اگرچہ صاف سلیس اور رواں ہے۔ لیکن اس میں کہیں کہیں عربی اور فارسی کی آمیزش بھی ملتی ہے انداز بیان میں بلوچیت کی وہ کڑک مدھم پڑ گئی ہے جو دور متقدمین کے شعراء کی زبان میں پائی جاتی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ اس دور میں فارسی بلوچستان میں خط و کتابت اور تعلیم کی زبان بن چکی تھی۔

حمل جئیند کا واقعہ غالباً سولہویں صدی کے نصف آخر کا ہے جبکہ دمن، دیو اور کوچین وغیرہ ہندوستان کے ساحلی مقامات پر قبضہ جمانے کے بعد پرتگیزی بحری قزاق خلیج فارس میں لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ بلوچ یورپ کو پرنگستان (فرنگستان) اور ان تمام سفید چمڑی والوں کو جو وہاں سے پرنگی یا پلنگی کہتے تھے۔ اس لئے نظم میں پرتگیزی کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ انہیں پرنگ (فرنگ) کے نام سے یاد کیا گیا ہے یہ نظم بہت مشہور ہے اور تمام بلوچستان میں حمل و جئیند کی یہ نظم دوسری بلوچی رزمیہ نظموں سے صرف اس لئے ممتاز نہیں کہ بلوبالو کے بحر میں ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ ایک بلوچ بی بی (خاتون) کی تصنیف ہے اور اس میں قوم و وطن سے محبت کا بھرپور اظہار (بلوچ معاشرہ کی برتری اور ملی عصبیت کی واضح نشاندہی کی گئی ہے مثال کے طور پر پرتگیز جب میر حمل کو گرفتار کرکے بقول شاعرہ اپنے وطن لیجاتے ہیں (تو اس کی جوانمردی اور سرفروشی سے متاثر ہو کر اس سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کی کسی لڑکی کو پسند کرکے اس سے شادی کرے۔ اور وہاں بس جائے لیکن میر حمل ان کی درخواست کو اس لئے ٹھکراتا ہے کہ ان کی عورتیں اس کے بلوچی معیار پر پوری نہیں اترتیں کہتا ہے۔

پشکش گو ئنڈنت و ناپگانی کھنڈش درُننت
جن جھوُ ڈُننت و مردش بے دینیں کافرُنت
نئے دیم شودنت و نئے صُدائی نام ءَ گرنت
چکش مس کٹ ءَ ئنت گو ئُتئے ھیکی گلڑ ئُنت
نائی چانگاں گوں ملکھاں ھور ورنت
مرد شکاران ئُنت جن شپانکاں گوں دست وگُرُنت
دوستی اِش است گوں لوگی پونچوئیں بزدلان

لیعنی

مجھے ان کی عورتیں اس لئے پسند نہیں کہ
ان کی قمیضیں اتنی چھوٹی ہیں کہ
ان کی ناف نظر آتی ہے
ان کی عورتیں یہود ہیں۔
اور مرد بے دین کافر ہیں۔
نہ ہاتھ اور منہ دھوتی ہیں
اور نہ ہی خدا کا نام لیتی ہیں
گود میں ان کے بچے ایسے لگتے ہیں
جیسے سؤر کے بچے ہوں
کھجور کا حلوا بناتے ہیں تو
تو اسمیں مکھیاں ملا کر کھاتے ہیں
جب مرد شکار کو جاتے ہیں تو
ان کی بیویاں چرواہوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی ہیں۔

یا پھر گھر میں پڑے ہوئے
ناکارہ بزدلوں سے پیار کرتی ہیں

اس موقع پر بلوچ خواتین سے ان کا مقابلہ کرنا قدرتی بات ہے شاعر کو اس کا خیال ہے اس لئے میر حمل کی زبان بن کر کہتی ہے۔

من ءَ دتی ملک ءِ کاڈ خمار جنیں دوست بنت
پٹک وشلوار و سرگیں شاریں چادر بنت
آستینکش دراج بنت لنکا نی بوکش درنت

یعنی:

مجھے اپنے ملک (بلوچستان) کی
نیلی آنکھوں والی بیبیاں پیاری لگتی ہیں
جن کی قمیض، شلوار اور دوپٹے
ریشمی کپڑوں کے بنے ہوئے ہوتے ہیں
انکی قمیضوں کی آستینیں اتنی لمبی ہوتی ہیں کہ
فقط ان کی انگلیاں نظر آتی ہیں

نظم میں پرتگیزوں کے ساتھ میر حمل کی لڑائی کا نقشہ جس خوبصورتی سے کھینچا گیا ہے۔ اس میں جدت بھی ہے اور رنگین بیانی بھی جرأت مندانہ للکار بھی ہے اور مایوسانہ اظہار بھی، تلواروں کی جھنکار بھی اور کمزور دلوں کی فریاد بھی غرضیکہ نظم ہر لحاظ سے ایک شعلہ بیان شاعرہ کے پُر درد دل کی ترجمان اور وطن دوست اور سرفروش بلوچ کی کامیاب رزمیہ داستان ہے۔ انداز بیان میں وہ شگفتگی اور اثر انگیزی ہے کہ نظم سننے کے بعد سامعین پر ایک گونہ بیخودی سی

جپا جاتی ہے۔ میر حمل کے سفر پر روانگی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے یوں کہتی ہے۔

ہفت شپ و ہفت روچ شاک پابیک گوش ءُشتہ
بشتمی روچ ءَ آرتش گوں جو۔بی دشمناں
چارگُراب مُنت گوں برگُنی چُرء کپس بانزلال
حملؔ رء شاگنش چپ و چوگرد ءِ گیتگنت
تو ارسش پر کرت کہ حمل ! ترا دستگیر کنوں

یعنی ، سات راتیں اور سات دن
اسی ایک سمت ہی کشتی تیرتی چلی گئی
آٹھویں دن دشمنوں سے ان کی مڈ بھیڑ ہوئی
دشمن کی چار کشتیاں
اڑنے والے پرندوں کی طرح پر پھیلائے
انہیں نظر آئیں
جو انہیں گھیر لئے
اور للکار کر حمل! تجھے گرفتار کریں گے

رزمیہ گیتوں میں بلوچ اکابرین کی حقیقی ستائش نظر آتی ہے اس کی ایک بہترین مثال ملا بوہیر میر حاجی کی رزمیہ ہے جو شاعر نے میر محراب خان کی شہادت پر کہی ہے جس میں میر محراب خان کی عظمت و حکمت کے ساتھ آپ کی بہادری کی مدحت بھی ہے۔

باگجیں سیوا کلات ءَ نشتگت عالی جناب
شاہ فرد شاہزادگ و سلطان نوابیں شیخ و شاہ
زیب کاؤس شاہ جرنی و شاہ فرزدم رکاب

مجلس و ماموردائمُ خان بہ کرسی و تناب
خلقے مان پوشہت سنجاب وشاہی بےحساب
چو شاہِ سلطان سکندر بہ عروسی کامیاب
عاقل و دانا و بہران، ہم چو مثلِ آفتاب
مسند شاہی زرافشان سُرخ و سرخ زر نگار
ہند و سندھ ءِ گنج ودانا اِچ گیا مین قندھار
ملک ایران، چین و ماچین، مصر شام و ہر دیار
زید انتت اچ ترس خان ءَ ہم چو شیران در شکار
نشنگ محراب نوابیں زحم جن و عالی تبار
عادلین نوشیروان و شاہ جمشید تاجدار

مُلا یار محمد، سردار آزاد خان کی جنگ کے لئے تیاریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

براشارت گرلشت بلندبخت ءَ گوں حاصیں کوکرءَ
بیارمتی جوانین سلا خان' اسپ تازی گردجبر ءَ
تیگھ سپاہانی بروکین، گوں سشر دکین اسپر ءَ
کارچ و کاٹاروتاس ءَ گوں جلوہ ناکین خنجر ءَ
قل پوشان مے گہنیاں، زیب گوں سہوئیں کیبکان
اسپرءَ کوحءِ شرکین، برشش چو لاہے چار دہان
تو پک ءَ نقش پرنگی گرنند کنت چو کہکشان
کار سیمی اشں اردسی پادان گرتنگ موزگان
بسم اللہ، نام اللہ درسی گرتنگ قفل جان

دلدل ءَ ھلگر کنوکین ، نامی پرشتہ در جہان
درشتگ پہ پٹ و ڈناں ، لگتگ پہ فر فزان
جہل چہ سُرنباں سراپ کنان ٹنت بزرجہ پیلی مُندھان
گردن وگڑی کپل پروش گوں چگھنیں تورگان
دہ رگیپت سرداریخی ءُ ، پہ کہیب بوتہ رواں
بے نیازی سوار بوتہ میرا صیلیں گردھبر ءَ
بادی گوارزینت ترھڈکان انت جنت زراسکی گگیدان
بل و بازیگر پچوکیں ہر دو گپتنت پنجگان

یعنی اس بلند بخت والے (آزاد خان) نے
اپنے خاص نوکر کو اشارہ کرکے کہا
میرے اچھے اسلحے جنگ
میرا تیز دوڑنے والا گھوڑا
میری تیز دھار والی اصفہانی تلوار
میری چمکیلی ڈھال اور چھُرا
میری کٹار، طمانچہ اور تابدار خنجر لے آیا
پھر اس نے اپنے پہننے کا عمدہ زرہ بکتر
جو سرخ رنگ کے کیلوں کے ساتھ اچھا لگتا تھا۔
پہن لیا۔
ڈھال جو چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی تھی
اپنی پشت پر ڈال دی
اپنی بندوق جو فرنگستان کی بنی ہوئی ہے

اور بادلوں کی طرح کڑکتی ہے، اٹھالی
اور اپنے وہ موزے جو روس کے بنے ہوئے تھے۔
اور جن پر سیمیں کام ہوا تھا پہن لئے
پھر اس نے بسم اللہ جو اللہ کا نام ہے
پڑھ کر اپنا قفل جان کیا
اب ذکر اس کا کالا گھوڑا لایا
جو دلدل کی طرح تیز دوڑنے والا تھا
اور جس کا نام دنیا میں مشہور تھا
اور جو میدانوں اور پتھریلی وادیوں میں
فراٹے بھرنے لگتا
تو اس کے سموں کے نیچے سے
روڑے، کنکر، اڑ اڑ کر دُور جا پڑتے تھے
اس کی موٹی گردن، بل کھائی ہوئی
اور ایال لمبے اور خوبصورت تھے
اس کو دانہ کھلانے کا توبرہ منقش تھا
وہ سردار جو سخی تھا اور جو اس وقت غضبناک ہو گیا تھا
ایک عجیب شان سے
اپنے فرشتہ صفت گھوڑے کی طرف چلا
جو رخش کے بچھڑے کی مانند تھا۔
رکاب میں پاؤں ڈال کر
وہ اس فرشتہ صفت رخش کے بچھڑے کی پشت پر بیٹھ گیا

ایک ہاتھ میں اس نے نیزہ سنبھالا
اور دوسرے میں اسپ بازیگر کی باگ پکڑ لی
گھوڑا ہرن کی طرح
اُچھلتا، کودتا اور چھلانگیں لگاتا ہوا، چل پڑا

اسی لڑائی سے متعلق ملک دینار میرواڑی نے بھی ایک رزمیہ نظم کہی ہے۔ ملک دینار نے میر نصیر خان کی لڑائی کے لئے تیاری اور لشکرکشی کا بیان ایک دلکش پیرائے میں کیا ہے۔ بحر بھی رزمیہ اور رواں ہے کہتا ہے:

سلطان چو سکندر نز بیدار
جمشید و ہمایوں اسرار
خان بر دلبر ءَ بستہ سوار
فوج و لشکر ءَ کرتہ تیار
مرد و مرگیان نیست اُشمار
آسمان و زمین دھنزاں تھار
توپنت و جزائر بیار
طبل ثنت و طبل بازاں سار
رستنت ساوڑی مثل تار

یعنی،

سلطان نصیر خان، جو سکندر کی طرح خوبصورت
اور جمشید و ہمایوں کی طرح صاحب بصیرت تھے

[1] رستم کا مشہور گھوڑا

اپنے دلبر نامی گھوڑے پر سوار ہوئے
اپنی فوج اور لشکر کر تیار کیا۔
اس کے لشکریوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں
اُن کی گرد د غبار سے
آسماں اور زمین پر اندھیرا چھا گیا۔
ان کے پاس بہت سی توپیں اور جزار تھے
طبل جنگ اور طبل بازؤں کی لمبی قطاریں تھیں
اٹھنے والی طغیانی کی طرح چڑھ کر بڑھنے لگے

مُلا یار محمد نے اپنے ممدوح سردار آزاد خان نوشیروانی کی مدح میں جو جولانی طبع دکھلائی ہے۔ میدان جنگ کا نقشہ کھینچنے اور جگہ کی کیفیت بیان کرنے میں ویسی جولانی نہیں دکھلا سکا ہے۔ قلات پر میر نصیر خان کی زیر کمان بلوچوں کی یلغار اور انگریزی سپاہ کے خلاف ان کی بے نظیر سرفروشی اور رزم آرائی کا ذکر کیا ہے۔

عزم و ایثار

عزم ایثار اور جب آزادی کی کہکشاں کی جگہ ظلمتوں کے دھول اڑنے لگے آزاد منش قوم غلامی کی مکروہ لعنت میں گرفتار اور بند حصاروں میں اسیر ہوگئے اور پھر محراب خان جیسے بے شمار سر بکف اور کفن بدوش محبان وطن نے سونی دھرتی کی آبرو پر اپنی جانیں نثار کرکے بے لوث قربانی وایثار کے انمٹ نقوش چھوڑے تو پوری قوم کے جیالے سپوتوں نے سینہ سپر ہوکر غیر ملکی آقاؤں کے تسلط سے نجات حاصل کرنے اور اپنی پاک سرزمین کو آزادی سے ہمکنار کرنے کے لئے اپنے دلولوں جذبات اور وطن پر جان نچھاور کرنے کا یوں عزم و پیمان کیا

قسم اس مرد غازی کی جو فطرت میں حجازی تھا
گلے پر جس کا خنجر تھا، مگر پھر بھی غازی تھا
قسم ہے امیٔ بطحا کے ایثار و شجاعت کی
شکم پر سنگِ خارا باندھنے والی سخاوت کی
کہ اپنے ملک سے داغِ غلامی دھو کے چھوڑونگا
بلوچستان کو آزادی کی مئے پلوا کے چھوڑوں گا
جلا کر استخواں کے مغز سے شمعِ دلِ مضطر
عزیزانِ وطن کی بزم کو چمکا کے چھوڑوں گا
کہ چند سر اور گردنیں اپنے رفیقوں کی
زکوٰۃِ فرض اپنی قوم سے دلوا کے چھوڑونگا

یوسف عزیز

اور پھر مولانا ظفر علی خاں نے اہلِ بلوچستان کی سرفروشی کو یوں سراہا

مردانِ مجاہد ہیں گردانِ بلوچستان
دبتے نہیں باطل سے شیرانِ بلوچستان
کیا لائیں گے خاطر میں خمخانہ داراں کو
مست مئے یثرب ہیں رندانِ بلوچستان
خونِ رگِ بطحا سے پہنچا جو یہاں بہہ کر
گلرنگ ابھی تک ہیں میدانِ بلوچستان
آزادیٔ کامل پہ حق ہے بدویت کا

سنہ ۱۹۳۴ء

اور یہ بدویت ہے سامان بلوچستان
وہ وقت کبھی آتا ہے دیکھو گے ان آنکھوں سے
دارا و سکندر کو دربان بلوچستان
اسلام کی عزت پہ سو جان سے قربان ہے
ملت کو نہ بھولے گا احسان بلوچستان
ہے ذوقِ سخن جن کو ہن کر اسے کہہ دیں گے
یہ نظم مرصع تھی شایانِ بلوچستان

مسرت آزادی

اور پھر آزادی کی جدوجہد میں اعلیٰ ترین صلاحیتوں اور جذبوں سے سرشار جیالے محبان وطن نے اپنے لہو کی سرخی سے اس کی حصول کی راہوں کو استوار کیا اور بلوچستان کے شمشیر آزما سورماؤں کو تندوتیز لہر کے سامنے برطانوی راج ریت کا ایک بھنور ثابت ہوا۔ جو مردان حق آگاہ کی تحریک کی ہوا سے فضا میں بکھر گیا اور ۱۹۴۷ء میں غیر ملکی قوم کی غلامی کی بجائے اس خطہ میں حقیقی آزادی اور خوشحالی کا وہ سورج طلوع ہوا۔ جس کی اس ظلمت زدہ سرزمین کو صدیوں سے تھی، چنانچہ آزادی کے پُرمُسرت ماحول اور شادماں دور کے شروع ہونے پر یہاں کے عوام میں اپنی سرزمین سے محبت اور اپنی مٹی سے پیار کا جذبہ اور بھی زیادہ موجزن ہو کر مچلنے لگا اور انہوں نے اپنی حب الوطنی کے جذبات کو گیتوں اور نغموں کے سانچوں میں یوں ڈھالا ؎

چہ آسمی وطن ءِ حاک دنت بو دشتر
ماگراچہیں وطن ءِ چاہ ءِ آپ، آپ نہر
ماچم سیاہ جو الماس ءِ حاکیں شال ءُ

او بیگہے جو گراں نازءِ دلبریں خالءَ
ماں گلزمین چو اسلامءِ رحمتءِ قادر
پلیتیءِ چہ درائیں بتاں پاک تورے
چہ آسءَ دوزخی دورے بہشتی حاک تئے
بگوش زمانہءَ اچ مانجاتءِ راہ بگر
پہ دشمنءَ ترادریاءِ چول مستیں گوں
پہ دشمنءَ تراکوہءِ تلا نک گہٹیں گوں
دلءَ بہ بیتءِ بچے گم کرتئی حدا واہر
دلءِ سرءَ تو منا واشتگ چو ماتےءَ
کناں تئی خدمتءِ من چو اصیلیں چکےءَ
کراماتءِ پادانی چیرءَ بہشت ہست حاضر
ماگواچنی وطنءِ چاہءِ آپ، آپ خضر

عنقاؔ

ترجمہ:

میرے وطن کی مٹی یاسمین سے بھی زیادہ معطر ہے
دراصل میرے وطن کا پانی آبِ حیات ہے
صبح صادق کے وقت میرا وطن صاحب جلال حاکم کی طرح حسین ہے
اور اس کی شامیں محبوبۂ دلنواز کے رخسار کے تل کی طرح دلفریب ہے
زمین پہ اسلام کی عظمت قادری کی طرح
کدورت کے سارے بتوں سے اس کا وجود پاک ہے
بہشت کی مٹی کی طرح دوزخ کی آگ سے محفوظ ہے

دنیا پر لازم ہے کہ وہ ہم سے نجات کی راہ معلوم کرے

اے وطن!

دشمن کی سرکوبی کے لئے تیرے ساتھ مچلتے دریا ہیں

اور تیرے ہاتھوں بوجھل چٹانیں ہیں۔

ہم کیوں تیری سلامتی کی فکر کریں

جب خدا خود تیری سلامتی کا ضامن ہے

اے وطن تو نے مجھے شفیق ماں کی طرح پالا ہے

میں وعدہ کرتا ہوں کہ فرمانبردار بیٹے کی طرح

تیری خدمت کروں گا۔

اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں

ماں کے پیروں تلے جنت ہے

ایفائے عہد

بلوچ انتہائی سیدھے سادھے لوگ ہیں۔ راستگوئی، اعتماد اور خلوص ان کا شیوہ ہے اور اسی طرح بلوچ معاشرہ میں قول کی پابندی اور ایفائے عہد کی بھی غیر معمولی اہمیت ہے۔ چنانچہ جام درک ہمیں استقامت کے ساتھ قول کی پابندی کا یوں سبق یاد دلاتا ہے۔

نگوشدار التماسے گورتھوے شاں
بخیلیں صاحب ءَ کس ءَ نشی جواں
امیدوارءَ کننت پیش ءَ گرداں
وتارا پڑدرے گڈا کفتاں گراں
سخن کہ اچ دف ءَ ذریں درءَ بی
مثال ءَ پتگیں سنگ ءَ درابی
کمد وگراں وجھو سنگانی باران
نہ ذرت گوں گرات وبازیں مورو ماراں

ترجمہ :

میری ایک التماس سُن لیجئے
بخیل شخص کو کوئی بھی اچھا نہیں کہتا
پہلے تو یہ عزیزوں کو امید دلاتے ہیں
اور پھر اپنے تئیں پردوں کے پیچھے چھپا لیتے ہیں
بات جب منہ سے نکل جاتی ہے۔

تو وہ باہر پڑے ہوئے پتھر کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے
(قول) سنجیدہ اور وزنی ہوتی ہے جیسے پتھر کا بارِ گراں
اور باد و باراں اور طوفانوں سے بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتا

★

عہد و پیماں کی عبرتناک روایات

غبار خزاں میں گھرے ہوئے کوہ وصحرا میں گلفشاں بہاروں کے کارواں اُتر آئے ہیں۔ دشت و دمن خمار آفرین گل و لالہ کی خوشبو سے مہک اٹھے ہیں، دھول اڑتی اور سونی چراگاہوں میں ہریالی چھائی ہوئی ہے، بے رونق وادیاں لہلہاتی کھیتوں کی سبز چادر اوڑھ کر پرکیف و دلنواز بن گئی ہیں، اونٹوں کے گلے سبز صحرا میں چر رہے ہیں۔ مسرتوں کے گلشن کھلے ہیں۔ خوشحالی کا بسیرا، مست فضا ہے۔ اور اس جلوۂ عریاں کے شوخ و شاداب نظاروں سے مست سجیلے جوان تیر بازی، اسپ تاچی اور چاپ و سرود کے بعد میر مجلس رچاکر، کے گرد ہالہ کی صورت میں کچہری لگائے سجے اور مشروبات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ شجاعت و مردانگی کی خمار آفرین محفل پر شباب سایہ فگن ہے۔ پھر کبھی دستار باندھے مردانِ حر عہد و پیماں کی یوں عبرتناک روایات کو جنم دیتے ہیں۔

رنداں قول کنگ دیوان ءَ
یکے چاکر شیہک ءُ
" اقرار انت منا من زند ءُ
دروگ ءُ نہ بنداں دس ءَ "
قول کتہ جاڑو جڑیں مست ءَ

- آنکہ منی ریش ءَ بجنت دست ءَ
زیندغ یلانی دل ءِ کست ءَ "
- ھیبتان میر ءَ مس رندءِ دیوان ءَ قول کتہ
ہپیت براں راستیں دست ءَ مس نوحتاں جتہ
- " آں کسے ڈاچی منی بگ ءَ گوں کپت
قول انت مولا کنڈگ ءَ شادیم ءَ چریت "
- قول کتہ مرید دیوانگ ءَ
- " قول انت منا چوعومر ءَ
چوعومر ءَ قول انت منا
کسے بلوٹیت دادن ءَ
من دادن ءَ بند نہ باں
بندیگی مرفے نے یاں

(ترجمہ)

- رندوں نے مجلس میں عہد کیا
پہلے چاکر بن شیہک نے کہا:-
- " میں عہد کرتا ہوں ۔ کہ
زندگی بھر کبھی جھوٹ نہ بولوں گا ۔"
- جیالے جاڑو نے اقرار کیا
- جو شخص بھی میری داڑھی کو ہاتھ لگائے گا ۔
مجھے وعدہ ہے کہ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا ۔
- میر ھیبتان نے رندوں کے دیوان میں عہد کیا

اد سات مرتبہ مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا

و جس کا بھی اونٹ میرے اونٹوں کے گلے میں آکر ملے گا

وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس اونٹ کو ہرگز واپس

نہیں لوٹا دوں گا۔

و مرید نے یوں عہد کیا :

و میں عمر کی طرح قول کرتا ہوں

قول کرتا ہوں عمر کی طرح

کوئی مانگنے والا مجھ سے بخشش مانگنے آئے

تو میں بخشش دینے میں ہرگز پس وپیش نہیں کروں گا

میں رکنے والا شخص نہیں ہوں۔"

آزمائش خونیں

• اور پھر وقت کی عظیم قبائلی طاقت سردار چاکر قول و اقرار کرنے والے رندوں کو یکے بعد دیگرے آزمانے کے لئے یہ تدابیر اختیار کرتا ہے۔

• کسی نہ کسی طرح سے وقفہ وقفہ کے بعد جاڑو کے معصوم بیٹے اور قریبی دوست ہادیؔ کو جاڑو کی داڑھی پر ہاتھ لگانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور ایک دن جاڑو کا کمسن بچہ غیر دانستہ طور پہ اس کی داڑھی پکڑتا ہے تو وہ قول کی پاسداری میں تلوار کے ایک ہی وار میں اپنے نادان بیٹے کا سرتن سے علیحدہ کرتا ہے۔ دوسری مرتبہ جب اس کا قلبی دوست ہادیؔ جاڑو کی متبرک ریش کو چھوتا ہے تو وہ اس کو بھی قتل کرنے سے گریز نہیں کرتا۔

• میر ہیبتان کو آزمانے کے لئے میر چاکر اپنے چند اونٹ

اس کے اونٹوں کے گلے میں چھوڑ دیتا ہے۔ مگر ہیتبان میر چاکر جیسے انتقام جو اور سردار اعظم کی طاقت و استبداد کے متوقع خونریزی کے باوجود ایفائے عہد کی فولادی میں چاکر کے اونٹوں کو واپس نہیں کرتا۔

• اور پھر علی الصبح میر چاکر کی فہمائش پر ڈوم گویے آکر بنے مرید کے در پہ اس کی منگیتر کا سوالی بن جاتے ہیں، وہ بھی بلوچی عہد کا پاس رکھتے ہوئے

خوشبوؤں میں بسی ہوئی حانی، ڈوم گویوں کو بخش دیتا ہے۔

• یوں تینوں عہد و پیمان کرنے والے جیالے سورما اپنی اپنی آزمائش میں پورا اترتے ہیں اور سیرت کی ایسی عبرتناک مثالیں قائم کرتے ہیں، جن کے نتائج سے جہاں تاریخ کا ایک خونیں باب وا ہوتا ہے وہاں بلوچی ادب میں، حانی و شے مرید، کی المیہ داستان بھی جنم لیتی ہے

★

شاہ مرید کا ایفائے عہد

چشم تصور وا کر کے دیکھئے، کہساروں کی گھاٹیوں کے جھروکے سے ابھرتی کالی گھٹاؤں کے سرمئی آنچل کی اوٹ سے چاند کی دلآویز روشنی جھلک رہی ہے۔ جسے دیکھ کر شہ مرید حانی کی جدائی کی حدت سے جل رہا ہے۔ اُدھر کوہ زین کی زلف مشکبو کی طرح سایہ فگن گھاٹیوں پر بجلی کڑک رہی ہے۔ یہاں مرید کا دل مچل رہا ہے، اسے یہ روشنی اس کی محبوبہ حانی کے تابناک حسن کا کوندا لگتی ہے۔ حانی، جسے اس نے قول کی پاسداری میں کھو دیا اور چاکر نے شہ مرید کے ایفائے عہد سے فائدہ اٹھا کر اس کی منگیتر، حانی، جیسی لائق اور حسین ترین دوشیزہ کو اپنا لیا

من مسجد ءَ وتہ نماز
پہ چار رکعت پھرز ءِ گزار
لانگو کر کاٹنت جیتگ ءَ
نندت منی راستیں کش ءَ
من کر سلام گردینتگاں
لانگو، بلوٹت وادن ءَ و
من وادن ءَ بند نزباں
زیرٹت منی جمازگ ءَ
زین ءِ ہزاری مرکب ءَ
تیغ ءَ گوں چھلیں اسپرءَ
تیر و کمان گوں جابو ءَ
کارچ و برُو کیں خنجر ءَ
گوشتہ اگازی لانگراں و
لوٹوں دُنانی حانی ءَ
من پتر بیہہ منتگاں و
چہ زانگ ءَ ردکپتگاں
مجت اں نہ کت چہ پرچ کس ءَ
حانی ءِ عاربیں پت ءَ
حانی نہ بکشاں لانگواں و
بد قول باں گوں چاکر ءَ
چاکر بدوئے ظاہر ءَ و

بازیگ وَنت ہیسی سرءَ
پیش حانیءَ چم دلیت کتہ
رندءَ سوالے پہ کتہ

زیرت وِ نانی حانیءَ دستاری نامے پرنت
ازمن کرچیروا اندرانت، راجءَ منا مٹے رسیت

حانی من لشکت لانگواں، پہ جنگ جنیں ہلالواں
کندانی ہنکیں وہیداں، کوراں چہ ہردو دیگال

★

ترجمہ

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا،
فرض کی چار رکعتیں ادا کر رہا تھا۔ کہ
دو گویے آئے۔ اور
آکر میری دائیں طرف کو بیٹھ گئے
جب میں نے سلام پھیرا تب ان سے کہا،
گویو، مانگو جو مانگتے ہو۔
میں بخشش دینے میں رکنے والا نہیں
میری سواری کی مہری¹ لے جاؤ
میری زین کے نیچے کا قیمتی گھوڑا،

میری تلوار معہ ڈھال کے،
میرے تیر و کمان اور ترکش کو
میرا چھرا اور خنجر براں، جو بھی پسند ہو لے جاؤ

¹ اونٹ

- ڈوم گویوں نے کہا۔
ہم آپ سے خوشبوؤں میں بسی ہوئی حانی ، مانگتے ہیں
- میں ایک دفعہ ہکا بکا رہ گیا
میرے ہوش و حواس اڑ گئے
میں نے کسی سے مشورہ نہیں کیا
یہاں تک کہ حانی کے شریف النفس باپ سے بھی
- میں نے سوچا کہ اگر میں گویوں کو حانی نہیں دوں گا تو ،
میر چاکر کے سامنے بد قول کہلاؤں گا۔
- چاکر تو اب علی الاعلان میرا دشمن ہے
اب تک وہ مجھے محض دھوکا دیتا رہا ہے
حانی کو دیکھنے کے بعد
اس نے ہی ان مانگنے والے گویوں کو میرے پاس بھیجا ہے
- لے جاؤ ، خوشبوؤں میں بسی ہوئی حانی کو۔ وہ نام کو میری منگیتر
مجھ سے ہمیشہ پردہ میں رہتی تھی۔ قوم میں مجھے اس کی ثانی مل جائے گی۔
- میں نے حانی کو بخش دیا۔ گانے بجانے والے ڈوم گویوں کو
اب حانی کا گھر اور اس کے نقش پا کو دیکھتا ہوں
تو دونوں آنکھوں سے اندھا ہو جاتا ہوں

مرید کی موجِ صدا

اب غموں کا خوگر، آشنائے عرصۂ پیکار اور نامراد مرید
ہوائے ہجر سے رات دن کربِ جاں کے شعلوں پہ سُلگ رہا
ہے۔ اس کا جسم حالیؔ کے فراق کا ایندھن بن چکا ہے۔ وہ
آتشِ فراق سے کندن بن چکا ہے۔ ہوا کی طرح نہ اس کی گھاٹ
ہے اور نہ گھر۔ وہ صحرا نوردی اور دشت پیمائی پہ مجبور ہے۔
پتھروں کے صحرا میں صدا لگاتا ہے تو وہ اس کے دشتِ دل میں
ہی بھٹکتی ہے یا پھر حالیؔ کے دل کے دروازے پہ دستک بن کر اس کے
ستونوں کو بھی سجی کرتی ہے۔
اور آج بھی کچھی کے سلگتے صحراؤں اور دہکتے کوہساروں سے جامِ غم

پشیدہ شہ مریدے آتش فشاں کی موجِ صدا کی یہ بازگشت سنائی دیتی ہے

حانی ترا منّت کناں
منّت وزاراں کناں
اڑ ماسری ءَ گُھنڈ لکن
مارا پہ بیم چہاں مہ گند
اڑ ما مہ پل پھُلکے جناں
عشق تئی پروانگاں
ماراں پہ دست ءَ گراں
سیاہ ماروں دست ءَ چابک انت
حانی، منی رہبریں گروک
مں تاہنی نوداں جوزک
لہیں عنانی دیر کنوک
چہرشیں منا تیراں مجن
شلیں نہاں مں ڈوبر ءَ
اے زنگ منی ساہ نہ زُرت
زیرے تو دلی جود ءَ جنگ ءَ
برات ءَ دو گوشیں خنجر ءَ
زیل دیے منی پاکیں کش ءَ
ہر دو کشاں یار گوزیت
حون اُں ہلکھاں رچینت
پاک کن گوں شاریں پلو ءَ

گُوں حسنی رحیمی موردانگاں

صبحی کہ پیانت دسگہار ، شاہری ودابانی شلی
اڑ تھقوہے مپھول ءَ کنت ، شپے ننگریں کیۓ ءَ جتہ
کسے رہ بدی ءَ آنزانت ، اڑ روت میاد ءَ دیر کنۓ
شے پہ پشپانی پجرگ ءَ ، مار گوں میاراں پلتہ
دو شی ہمے وہدی شپ ءَ ، میر چاکر رہ بور ءَ چلتہ

★

ترجمہ

حانی، میں تجھ سے التجا کرتا ہوں،
حانی، میں رو رو کر تجھ سے عرض کرتا ہوں۔ کہ
مجھے دیکھ کر دوپٹہ کے پلو سے اپنا چہرہ نہ چھپا
مجھے دزدیدہ نظروں سے نہ دیکھ
مجھے اجازت دے کہ تیرے گلستانِ حسن سے
چند پھول چنوں
میں ویسے بھی تو تیرے لئے پاگل اور دیوانہ ہوں
اور تیرے عشق میں پروانہ بن کر جل چکا ہوں
اب میری یہ حالت ہے کہ زہریلے سانپوں کو ہاتھ میں پکڑتا ہوں
کالے ناگ میرے ہاتھ میں چابک کی طرح ہوتے ہیں
حانی! اے ساون کے بادلوں میں کوندنے والی اے میری کڑکتی بجلی
اے میرے گہرے غموں کو دور کرنے والی
اپنے نوکِ مژگان سے
مجھے ایسے تیر نہ مارا ور میرے سینے کو چھلنی نہ کر

اس طرح سے تو میں مروں گا نہیں
اپنے خاوند کی کمان
یا اپنے بھائی کا دودھارا خنجر لے کر
میرے پہلو میں اس طرح گھونپ دے کہ
دونوں طرف آر پار ہو جائے
جب میرے منہ سے خون کی دھار اُبل پڑے
تب اپنے ریشمی دوپٹے کے پلّو ۔ اور
اپنے مہندی رچے ہاتھوں سے اسے صاف کر دے
صبح کو جب تیری سہیلیاں ۔ شرارتی اور ناز و اداؤں والی شلی آئیں
اور تجھ سے پوچھیں کہ ۔ اس صاحب ننگ و ناموس کو کس نے مارا ہے
جس کی کسی سے دشمنی نہیں تھی ۔ تب اپنے اوپر الزام نہ لے ۔ بلکہ
ان سے کہہ دے کہ ۔ شہ مرید نے راتوں کی اپنی آوارہ گردی سے
ہم کو بے آبرو کر رکھا تھا ۔
کل رات گئے میرے چاکر کے گھوڑے نے اسے مار دیا ہے ۔

★

جگر چاک حانی

اور سوختہ جان مرید

کی بددعا

پیکرِ اخلاص و وفا شئے مرید وفائی کی شبِ فراق کی پہنائیاں وسیع سے وسیع تر ہوتی گئیں ، شام تنہائی کے افق سراب ثابت ہوئے انہیں قرب کی آنچ نصیب نہ ہوئی حسرت و یاس و الم میں شباب آیا، پیار کے سکھ سے محروم دو دلوں کے غم کی عفریت نے چاروں طرف منہ کھولا اور وہ اندھیروں میں نغمۂ عشقِ جنوں خیز سناتے سناتے تا دمِ زیست ایک دوسرے کی دید کو ترستے رہے۔ مگر پھر

بھی پیار لمحہ بہ لمحہ ابلتا رہا، اور پھر احساس محرومی کے شکار اور شدید جنوں کے مارے جگر چاک حانی اور سوختہ جاں مرید نے اندھیر دل پر یوں یلغار کی۔

برپتح پور ءِ بہ زیں قلات
سن بات ستی ءَ روات
چاکر بہ مانیت نے کر دوست
بورے بہ مانیت نے کوٹ
بھینگی مہ ورکنت مس جہہ ءَ

شہ مرید

فتح پور کا یہ عظیم قلعہ
ویران ہو، اور ویران رہے
چاکر رہے اور نہ اس کے حمائتی
نہ اس کے اسپ تازی رہیں اور اس کی فصیل بھی
اس کا ایسا خانہ خراب ہو کہ
وہاں کے کتے بھی نہ بھونکیں

★

چاکر تئی میری بنگرات
لوگ ءَ تئی آسے کپات
بور ءَ تئی ورنے برات
دست ءِ نشانی گار بہ بات
دل تئی گاں ماں بارِ بہ بات

حانی

اے چاکر! تیرا محل جل جائے
تیرے گھر میں آگ لگ جائے
تیرے گھوڑے کو قزاق لے جائیں
تیرا نام و نشان مٹ جائے
تیرا دل گناہوں سے بار ہو

★

غیرت گراں ناز کی

آتش افروز چنگاریاں

کشیدہ کاری سے گلریز رنگ برنگے ملبوس میں قوس وقزح بن کر حلق کی ہمجولیاں گراں ناز کے والد محترم میرباران اور برادر گرشہ جنگ کی لاشوں کے گرد ہالہ بنائے نوحہ خواں کی صورت میں ان جیالوں کی شجاعت و جاں نثاری کی داستانیں بیان کر رہی ہیں جو آج ہی دشمن سے بدلہ لیتے لیتے خود بھی دشمن کی خون آشام شمشیروں اور تیر و آتش افشاں بنادیق کے نذر ہو چکے ہیں۔ ہمہ تن گوش ہمجولیوں کی ساری محفل گراں ناز کے گلفشاں دہن کے لطفِ بیان پر جھوم رہی ہے۔ ایک شوخ اور چنچل دوشیزہ عقرب ستارے کی مانند فاصلے پر بیٹھی دل ہی دل میں گراں نازخاندان کی شجاعت، شہرت اور دولت سے کڑھتی جا رہی ہے۔ اس کا جامِ ضبط و پیمانۂ صبر لبریز ہوتا ہے اس کے اندرونی آتشِ حسد کا لاوا پھوٹ پڑتا ہے اور وہ طعن و تشنیع کے شعلوں سے غیور و جسور گراں ناز پر حملہ کرکے اس کی آتشِ غیرت کو بھڑکاتا اور اس کے جذبات کو یوں مشتعل کرتی ہے۔

"اے گراں ناز!

تیرا شوہر للہ بھی تو اسی جنگ میں شامل تھا۔

اس کی لاش کہاں ہے اور وہ خود بھی موجود

نہیں معلوم ہوتا ہے کہ جان بچا کر وہ
کہیں چھپ گیا ہے۔"

اور اب خاتون آتش زیر پا گراں نازک سرخ و شعلہ فشاں آنکھوں اور نیلے پیلے چہرے پر نظر کیجئے جو ایک غضب ناک سیاہ مار کی مانند لہراتی، پھنکارتی، پھن نکالتی اس دختر گستاخ کی زبان کو ڈسنے کے لئے استادہ پیچ و خم کھا رہی ہے، وہ چقماق صفت مرد کنانی سے کہیں بڑھ کر طعن و تشنیع سے بھڑک اٹھی ہے اور آتش غیرت اور وفور جذبات سے بے قابو ہو کر زخمی شیرنی کی طرح چنگھاڑیں مارتی ہوئی اپنے تند و تیز جذبات کو گیتوں کے پیرہن میں سما کر اپنے رفیق حیات میر للہ پر یوں سخت الفاظ کا پتھراؤ کرتی ہے۔

پہ مس بستغنت پیسر ردچاں
گوں وتی جانی دز گہار اں
کیت تئی شیری کشتن ءِ احوال
گوں سرو زنایاں شلا نگیناں
نیل کناں کل ءِ ہر چار سرلکاں
در کناں پرہ کنڈیں کڈ لکاں
گوش بنانی پارسنگیں دراں
درستاں من زیانیں حقبے شیاں
سر مقتیں میٹھے سنداں
ہر بہ کہ جنگانی حلا ہوشاں
دژمنیں مرداں دست گلا شیاں

کیگدیں مہلنجانی فراموشاں
گیرترا کاتکنت نیاد اِلانی
سارت د ہونکیں کل بزرگانی
گنگل و دز بازی جنکانی
گیشتر منی ماہیں دیم وِدرانی
للّٰہ منی لاپ لیٹ جنگ ماری
پہ منی زالسراں رستے
للّٰہ منی سہرانی پت دبراتے
دل صلوٰۃ رٕ محشرٕ رُچ ءَ

★

ترجمہ

چند ہی دن پہلے
میں اپنی سہیلیوں سے تمہاری جوانمردی
کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ کرتی تھی
اور ہمیشہ سوچتی تھی کہ
میرا جیالا شوہر ایک بہادر کی موت مریگا
قبیلہ میں تیری جوانمردی کا چرچا ہوگا۔
اور تیرے سوگ میں اپنی ساری چوڑیاں
توڑ کے رکھ دیتی ۔ اور تمام زیورات اتار پھینکتی
اور ماتم کرکے دشمن کے گاؤں کو تکتی رہی
کاش ایسا ہی ہوتا

جنگ کے دوران تو
غیور شوہر اپنی محبوباؤں کی یاد کو
خیرباد کہہ کر موت کو گلے لگا لیتے ہیں
مگر اے للّٰہ!
تجھے میدانِ جنگ میں حسیناؤں ، الھڑ
دوشیزاؤں اور میری یاد آتی رہی
اے للّٰہ! تو نے مجھے ڈنگ مار دیا
تم روزِ محشر تک ،
میرے باپ اور بھائی ہو۔

طعنوں سے

ممورللہ کی سنگباری

اور جب قاصد سنگدل نے مقناطیسی حسن کی ملکہ گرانازکے خونخوار الفاظ کے سلگتے گیت سے دشمن کے قاری زخموں سے پچور، بستر مرگ پہ دراز، سخت گیر و غصیلے میر للہ کو سنائے تو اس کے کاٹھے کے نیچے سے زمین جھول گئی۔ وہ طعنوں کے زہر سے مخمور اور جذبات کے خون سے تربتر ہو گیا۔ بیوی کے نشتروں نے اس کے تپتے سینے میں جلتے سلگتے شعلوں سے اس کے انگ انگ کو جلانے لگا، اس کی سانس رک رک کر پھول گئی۔ لعن و طعن کے ایک ایک لفظ نے ناگ بن بن کر اس کے دل مجروح کو ڈسنے لگا۔ سیل کرب سے اس کی نظروں میں جھلملاتے چاند تاروں کا رقصِ مبہم سیاہیوں کے سمندر میں کھو لیا۔

لیکن عمر گریزپا کے زندان میں مقید اور زخمی میر للہ نے دفعتاً ہوا اس کو بچ کر کے مہار ہاتھ میں لے لی اور شعلہ بار نگاہوں سے گھرے نیلے گگن میں چشمہ خون چکیدہ کو جماتے ہوئے رقعت طراز لہجے میں گراں ناز کے طعنوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر اس کی سنگباری کا یوں جواب دیا۔

گوش کن او دریں نوک زبادانی
من نہ کرتگ مستی اِلّی تا بانی

مردو نامرد پیداور و درست انت
مردانی جنگانی نشان ہبت انت
نامردگوں شرمیگیں دپ ٹہبت انت
ہپت سلاح ءَ گر سارمنا بیگّ و
گوہریں تیگ ءِ ہنڈ منی دستیں
اسپروں چنڈ چنڈ انت حراسانی
من سرءَ ژند انت ہول سیتانی
چارده جیروکیں تیر منی حباتیں
بیدے سگارانی تاجگیں ثپاں
ناکن ءِ گیگ نیتیس منی جان ءَ
انگتوں پیرتا اتگ ہمے زحم ءَ
اچ توئے گراں نازگنٹ گہ انت گزی و
ہارش چہ دوریں جاناں کارانت
شرش پہ وشیں ہیلاں زورانت
برز منا ٹینانی سرش دارنت
نے گوانش بارت نے ہارش تیلنباں
براتش پہ حاجی کوپگاں زیبان
گورمن ور درداں سچنت پاساں
چو چراگ ءِ روک انت ابرآساں

و توا گُن منی کیس ءِ پلو ءَ زیرئے
تاجگیں ٹپاں پداں گندئے
وت گشئے دیوانگ ترا چون اِنت

و اگن نہ مرتاں چے کل ءَ ہچّاں
من پہ جونیگاں آپ نہ بائیں ساتیں

و دوربیں چاتاں سنگ اگں ریزانت
گینگ چہ مردانی دل ءَ کنزنت
نہ سنگ ریزنت مں دوربیں چاتاں
نہ گینگ چہ مردانی دل ءَ کنزنت

و بیر بلوچانی تا دو صد سالاں
لستہ ئیں سرواتاں دو دنتانیں

و گراں نازمنی بھنگانی گہارکے
دن صلوٰۃ ءِ و محشر ءِ روچ ءَ

(ترجمہ) اے حسینہ!

میں نے آج تک بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔
میری مردانگی کے قصے اب بھی زبان زد عام ہیں
میری گردن اب بھی تنی ہوئی ہے
جبکہ بزدل لوگوں کی گردن جھکی رہتی ہے۔

• میں نے اپنے ساتوں اسلحہ استعمال کئے
تیغ آبدار کا دستہ ہی رہ گیا ہے۔
خراسانی اسپر کے میرے ٹکڑے ہو گئے ہیں
ہول سیستانی تو بالکل ناکارہ ہو گیا ہے
چودہ تیر میرے جسم میں موجود ہیں۔
جو تلواروں کے زخموں کے علاوہ ہیں
میرے جسم میں کوئی تندرست حصہ نہیں
تمہیں میرے ان بے شمار زخموں کا علم نہیں

• اے گراں ناز!
تم سے تو وہ سوکھی لکڑیاں اچھی ہیں
جنہیں سیلاب کے دنوں ندیاں دور سے بہا کر لاتی ہیں
اور میرے بھائی ان کو اکٹھی کر کے آگ جلاتے ہیں
اور جن سے میرے زخموں کو تپش پہنچاتے ہیں
گراں ناز!
تم اگر خود آ کر میرے زخموں کو دیکھ لیتیں
تو ایسی رائے قائم نہ کرتیں۔

تمہیں یقیناً مجھ سے ہمدردی ہوتی
جونہی میرے زخم بھرے
میرے جسم میں توانائی عود کر آجائے گی
تب دیکھا کہ
میں دشمنوں پر کیسے ٹوٹ پڑتا ہوں

یاد رکھو!

- اگر پتھر گرے کنوئیں میں گر کر ریزہ ریزہ ہوجائے
تب ایک غیور بلوچ کا جوشِ انتقام سرد ہوگا۔
لیکن نہ تو پتھر ریزہ ریزہ ہوتے ہیں
اور نہ بلوچ کا جذبہ انتقام فرد ہوتا ہے۔
- بلوچوں کا جذبۂ انتقام دو سو سال تک
ایک دو سالہ ہرنی کی طرح جوان ہے
- اے گراں ناز
تو محشر کے دن تک میری بہن ہے۔

ثقافتی سرزمین سے پیوست

ماں کی لوریاں

سپیدۂ سحر نور افشانیوں میں مصروف ہے گنج گنج دامن کوہ میں نصب سیاہ خیموں سے ہتھ چکیوں، بھیڑوں کے ممیانے، بچوں کے بلکنے اور ماؤں کی لوریوں کی صدائے بازگشت نے کہسار کو مہکتی فضا اور نشاط آفریں ماحول بخشا ہے۔

وہ دیکھئے ان گدانوں کے گدارول (مستولوں) سے بندھے پنگھوڑے کے پاس چکی پیستی ماں کی ممتا موجزن نظر آتی ہے، جو اپنے لخت جگر کی فکر و شخصیت کی تعمیر اور روشن مستقبل کی تمنا و آرزو مندی میں سنگ سخت پر تیشہ چلا کر اپنی ثقافتی سرزمین سے پیوست لوری کے شیریں بولوں میں اپنے گوشہ جگر سے کن جوان توقعات کا اظہار کر رہی ہے۔ لوری کے چند ایک بول:۔

بچوں لاڑکیں درنا بیت
بندیت ہر شثیں ہتیاراں
ڈھال و توپک و کاٹارءَ
زیری جابو ءَ مورتیناں
تا شینیت مرکباں ترندیناں
جوریں دژمناں پرامیت

بدواہاں شکوں دیم کنت
سردار قاصدے شتایُت
بیارت زحم جنیں وریاںاں
مئے جنگیں درژمناں جورتیناں
ڈیہہ ءِ ظالمیں بدواہاں
اے مئی ءِ گو ختن ایدُوررمانی
جنگ ءِ ساعتاں گرانیناں
زحم ءُ گوں وتا مرساکنت
ہیلاں تئی ساردآں
گہار پہ دھیروَاں دیریناں
کاڈ پہ سموئیں قولی آں
قوم پہ تئی بلوچی نام ءُ
مات پہ داتگیں لولی آں
آخر سوب مئی پنچ ءِ بیت
جوریں دشمناں پہ امیت
لولی ءُ دیاں پنچ ءُ را
لولی لکھ مرادیں لعل ءُ

(ترجمہ)

میرا لاڈلا بیٹا جوان ہوگا۔
تجھ ہتھیاروں سے سجا ہوگا۔
ڈھال، بندوق، کٹار اور تیر کش

نامور شہسوار بن کر مردِ میدان ہو گا۔
بدترین دشمنوں اور ۔
بدخواہوں کو سرنگوں کرے گا۔
امیر کا قاصد آئے گا ۔ کہ
کہو شمشیر آزما جوانوں سے
ہماری جنگ ہے زہرناک دشمنوں سے
وطن کے ظالم بدخواہوں سے
یہ ماں کی مامتا کی آرزو ہے
جنگ کے مشکل وقت میں
میرا بیٹا ۔ تلواروں کے سامنے جٹے گا ۔
میں تیری بہادری کی امیدوار ہوں
اور دور دیس بیاہی بہن اور
تیری محبوبہ خوشیاں منائیں گی
تیرے بلوچی نام پر فخر کرے گی ۔ اور
ماں اپنی لوریوں کا عوض پائے گی
بالآخر میرا بیٹا سرخرو ہو گا۔
بدترین دشمنوں کو سرنگوں کرے گا۔
میں اپنے بیٹے کو لوری دیتی ہوں
جس سے میری لاکھ امیدیں وابستہ ہیں

———★———

لوری نے چاکر کی جاں بچائی

ان ہی لوریوں نے چاکر کی جان بچائی ہے ۔ روایت ہے کہ نلی کی جنگ
میں رندوں کے سات سو جنگجو نوجوان موت کا نوالہ بنے اور انہیں شکست
ہوئی میر چاکر کو نود بندگ لاشاری نے دشمن لاشاریوں کے نرغے سے
نکالا جبکہ میر چاکر کے بچ نکلنے کا امکان بہت کم تھا۔ اس نے میر چاکر
کو اپنی سبک رفتار گھوڑی (پھل) کی پشت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور انتہائی
سرعت کے ساتھ اسے دشمنوں کے نرغے سے بچانے میں کامیاب ہوا
نود بندگ اگرچہ لاشاری تھا۔ اسے موروثی روایات کی رو سے
ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن اس نے ان روایتی بندھنوں
کی پرواہ کئے بغیر میر چاکر کو اس لئے بچایا کہ اسے ماں کی وہ لوریاں ابھی
تک یاد تھیں۔ جو بچپن میں جھولا جھلاتے وقت سنائی گئی تھیں کہتے ہیں
کہ نود بندگ کی والدہ مسماۃ مدی میر چاکر کی ہمشیرہ تھی۔ اس کی میٹھی
لوریوں میں کسی مصیبت کے وقت میر چاکر کے کام آنے کی جو جذبا
آرزو و پنہاں تھی اسے نود بندگ نے اس موقعہ پر عملی جامہ پہنایا۔ [illegible]
میں جہاں رقابت و انتقام گیری کا جواز پیش کیا گیا ہے وہاں بیبرگ
اور نود بندگ کے روپ میں عفو و درگذر اور تحمل و بردباری
کے جیتے جاگتے کردار بھی نمایاں نظر آتے ہیں ۔ اسی طرح مسماۃ
مدی کی لوریوں کے عوض تمام قبائلی بندھنوں کو توڑ کر اپنے قومی دشمن
کی جان عین اس وقت بچانا جبکہ اس کا سر قلم ہونے کا وقت آن پہنچا

تھا۔ عورت کے تقدس و احترام کی لازوال مثال ہے۔ اپنے کاروبار حیات میں مرد و عورت کا مل جل کر کام کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے جنس لطیف کی تحقیر یا توہین ہوتی ہو۔ بلوچ معاشرہ میں عورت کا مل جل کر کام کرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے جنس لطیف کی تحقیر یا توہین ہوتی ہو بلوچ معاشرہ میں عورت کے احترام کا اندازہ صرف اس ایک بات سے لگانا چاہیئے کہ لڑکی پیدا ہوتے ہی اصل نام کی بجائے "ماں" اور "بہن" کہلاتی ہے۔

ویلہا حسائی جوان اتنت۔	کیا خوب زمانہ تھا وُہ
باز برکتیں مڑماں اتنت۔	جب معاشرہ بابرکت ہستیوں پر مشتمل تھا
مڑداں ہمو ارکان اتنت	سبھی لوگ خوش اطوار تھے۔
گوں صاحواں یک تران اتنت	وہ اپنے بڑوں کے ساتھ متحد و متفق تھے۔
سمائستہ دُرّیں بجنے	(انہی دنوں) موتیوں جیسی ایک خاتون منظر پہ ابھری
باز مال دیگی بانکے	جو لاتعداد مویشیوں اور گلوں کی مالکن تھی۔
نامے ہیری گوہر اَت	مویشیوں کی مالکن اس خاتون کا نام گوہر تھا
نرمنی ءَ لُدّمت ات	جو نرم و گداز ملبوسات میں اٹھلاتی پھرتی۔

پیش دار گل ءِ تنگواں	اس کے چوکھٹ کے پلڑے طلائی
نشتیں جاہ ابریشماں ل	اور فرش ریشمی تھا
گواہرام دست پہ رستہ ایں	خود گواہرام اس کی منتیں کرتا
روش و شف ءَ ربالو ایں	اور دن رات شادی کے لئے قاصد بھجواتا
نیام ءَ دیکلاں چاکری	اسی اثنا میں چاکر کے نمائندے بھی کوشاں رہے ۔
چاکر گداری آختغ آ	(ایک دن) چاکر گھومتے پھرتے وہاں آ نکلا
دو گور مہیری گوہر ءَ	مویشیوں کی مالکن گوہر کے ہاں
نیر موش ہودا پروشتغ	دوپہر اس نے وہاں گذاری
پرست امیریں چاکرءَ	میر چاکر نے دریافت کیا ۔
پرست اش مہیری گوہر ءَ	براہ راست مویشیوں کی مالکن گوہر سے
ڈاچی چہ کاریں درنزغنت	"ڈاچیاں کیوں بلبلا رہی ہیں
شیرداں گڑیاں شنزغنت	ان کا دودھ کیوں ایڑیوں تک ٹپک رہا ہے ۔"
گوشتہ مہیری گوہر ءَ	مویشیوں کی مالکن گوہر نے کہا
دت پہ امیریں چاکرءَ	بالمشافہ میر چاکر سے
پیری کہ لاشار لوترداں	"پرسوں لاشارزادوں نے
رامین خان ءِ گھوڑداں	رامین خان کے گھڑ سواروں نے

توڈا اروئیں کشتغنت
میشی ماں نیرءَ پکتغنت
توڈ کمبریں بھورینتغنت

ڈاچیوں کے بچے ذبح کر ڈالے
انہیں بھیڑ کی مانند آگ پر بھونا
انہوں نے رنگ برنگے شتر بچوں
کو ہلاک کیا

بت میلویں گر لیائینتغنت
گوہر شمودا لڈّت ءِ ت،
باہوٹ گور میر چاکر ءَ ات

اور شریف الطبع چرواہوں کو رلایا
گوہر وہاں کوچ کر آئی تھی
وہ میر چاکر کے ہاں پناہ گزین
تھی

زہر گپتہ میریں چاکرءَ
رِنداں ہمو لوٹائینتہ
پہ سیّے شف ءَ گھوبی جتہ
بیورغ تیغ ءَ تُنگ جتہ

میر چاکر کو سخت غصہ آیا
اس نے تمام رندوں کو بلوایا
تین راتیں متواتر بحث ہوتی رہی
بیبرگ نے تلوار میان میں ڈالی
(اور کہا)

"ماخ نہ جنوں اے عالم ءَ
پہ جتیئے رِءِ اشتر ءَ"

"ہم لوگوں کو ہرگز نہیں ماریں گے
ایک جت خاتون کے اونٹوں کے
لیئے"

چندی ٹباکی ماں اتنت
ماں پہر گوزاں کپتغنت
جاڑو و ریحان سک سرین
سہراب بورگو بخ گردنیں

بہت سے شیخی خورے موجود تھے
جو بڑھ چڑھ کر ڈینگیں مارنے لگے
(ان میں) جاڑو اور سخت کوش ریحان
گوبخ سی خوبصورت گردن والی
گھوڑی کے مالک سہراب شامل تھے

"بیو تیغ بل پغانی مبی"	(انہوں نے کہا) "بیبرگ! یہ باتیں چھوڑ دو، بزدل مت بنو"
ڈاہ گور لاشارۓ بُرتہ	لاشاریوں کو خبردار کیا گیا
"مرطبی کہ مڑداں کپتغنٔ	"اب مرد بنو کہ مردوں کے نرغے میں ہو"
رنداں گوں سیالی جھیڑواں"	تمہارا مقابلہ رند حریفوں سے ہے"
گوہرام تیغ ءِ جگ جتہ	گوہرام نے تلوار کو میان میں ڈالا (اور کہا)
"رند پجغی نیئں مئی بُن ءَ	رند ہماری قیام گاہوں تک نہیں پہنچ سکتے۔
تیغا کُعوچی تو بکیں	(کیا ہوا) اگر ان سب کے پاس نقشیں بندوقیں ہیں
بلاں و شیرازی لڑاں	نیزے اور شیرازی تلواریں ہیں
بندے نلّی ءِ کوروف ءَ"	جاڑندی نلّی کے دہانے کو مورچہ بند کر لو"
روشں ءَ کہ چی ئے بُرتہ	جب سورج ذرا بلند ہوا۔
رندو بہان ژل بتیغنت	تو رندشہ سواروں نے یلغار کر دی
مان آختغنت سندیں جنال	ہتھیاروں سے ہتھیار ٹکرائے
بلاّل و شیرازی لڑاں	نیزے اور شیرازی تلواریں
کوہان گینڈی اسپراں	گینڈے کی کھال سے بنی ہوئی کمان نا ڈھالیں۔

جنگ بادشاہی مچتہ	بادشاہی لشکروں کی جنگ جیسا سماں بندھ گیا۔
رند میلوں پد کشتغنت	رند پسپا ہونے لگے۔
داں ہفت میدان ءَ گپرٹتی	ان کے سات سو افراد میدان کارزار میں کھیت رہے۔
گوں میراں زرمشتیں کُٹھءَ	جن میں چاندی کے دستے والی تلوار کا مالک میران شامل تھا
چاکر پڑ ءَ بہنتغت	میدان جنگ میں چاکر پر سراسیمگی طاری تھی
تیغ کشتغ واوشتاتغت کھیڑی پہ گوربان داتغت	وہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا اپنا دفاع کر رہا تھا۔
چرینتہ پھُلّ نودبندغ ءَ	(اتنے میں) نودبندگ نے پھُلّ (گھوڑی کا نام) کی باگیں موڑیں
چاکر کتتی پھُلّ ءِ سرءَ پھُلّ ءَ داچابکے جتتی	چاکر کو پھُلّ پر بٹھایا اس نے پھُلّ کو ایک چابک رسید کیا
پھُلّ گوں خدائی قدرت ءَ گوستہ اژ آں سہریں زرءَ اژگٹ وگر ڈینوخیں گرءَ	پھُلّ خدا کی قدرت سے اس خونیں سمندر سے گزرتی ہوئی گہری کھائیوں اور دشوار گزار دروں کے پار نکل گئی
گوآہرام تیغ ءَ کاج کتہ " نودبندغ! رندئے لاشار رنجے	(اس پر) صاحب سیف گوآہرام گرجا نودبندگ! تم رند ہو، لاشاری نہیں

	ہو سکتے ۔
چاکرؔ کے ءُ ٹالا کتیں	(ایسے موقع پر) چاکر سے کون درگزر کر سکتا تھا۔
سرچو کرڈبی گپتیں	(آج تو) اس کا سر جوار کی مانند کاٹ پھینکنا چاہیے تھا۔
چونا کہ مُول تروڑ کتیں	(یا) مولی کے پتوں کی طرح مروڑ کر الگ کر دیا جاتا
سیلوئی پہ یک مُشت ءُ کتیں "	(اور پھر) ایک ہی دھاوے میں بتی پر قبضہ کر لیا جاتا "
پجیؔ نیت جواب نود بندغ ءَ	نود بندگ نے جواب دیا
" رندے نیاں لاشاری آں	" میں رند ہرگز نہیں لاشاری ہوں
اڑ رندنی ءُ بیتغاں	(البتہ) رندنی کے بطن سے پیدا ہوا ہوں ۔
شیر ءُ مُدئی ءِ مشکغاں	(میں نے) مُدی (نود بندگ کی والدہ کا نام) کا دودھ پیا ہے ۔
من ءُ لولی داتئے نیم شف ءَ ماں واد وشا غیں گوانزغ ءَ روشے پکڑتے چاکرؔ ءَ	جو مجھے آدھی رات کو لوریاں دے کر پنگھوڑے میں میٹھی نیند سلایا کرتی (اور کہتی) تم کسی دن چاکر کے کام آنا
جنگ وند وشیں ساعت ءَ	جنگ اور مصیبت کی ہولناک گھڑیوں میں ۔

ہمارا جہاں روشن کر دیا،" (چنانچہ میں) کسی ایسے ہی دن کا منتظر تھا۔"

انتقام جوئی

کے

دہکتے نغمے

کوہساروں کی طرح دوستوں کے لئے مہر اور دشمنوں کے لئے قہر ثابت ہونے والے کوہستانیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے جاہ و منصب، آسائشوں، نوازشوں اور سرفرازیوں کے عوض کبھی بھی اپنی غیرت و حمیت کو نیلام نہیں کیا، بلکہ وہ اپنی غیرت و حریت کی خاطر ہمیشہ تلواروں کی جھنکار اور بندوقوں کی للکار پہ پروانہ وار رقص کرتے رہے۔ وہ پشتوں تک غیر ملکی اور انگریز سامراجیوں سے برسرِپیکار رہے، مگر کسی بھی دور میں کہساروں کی مانند ان کی گردنوں نے جھکنا نہیں سیکھا، یہ غیور اور سرکش گردنیں ٹوٹ تو گئیں لیکن جھک نہ سکیں اور یہ سخت کوش اور رزم آرا ہمیشہ ظلم و استبداد اور غلامی کے خلاف سینہ سپر رہے۔ چنانچہ کہساروں کے شمشیر زن جیالوں کی روایات میں چقماق میں آگ جیسا جذبۂ انتقام ایک اہم صفت اور غیرت و شجاعت کی علامت ہے۔ اس لئے ان کا پختہ ایمان ہے۔ کہ:

بیر بلوچانی تن دو صد سال ءَ
لتہ عثیں آہوئے دو دنتا نیں

یعنی:

بلوچوں کا جذبۂ انتقام ___
دو سو سال تک بھی دو سالہ خوبصورت ہرنی کی
طرح شباب میں ہوتا ہے۔

یہ ہی نہیں بلکہ،

سنگ اگن چاتانی بن ءُ ریزنت

کینگ چہ مردانی دل ءُ کنزت

اگر یہ ممکن ہو کہ پتھر کنوئیں میں گر کر گھل جائیں

تب یہ بھی ممکن ہوگا کہ بہادروں کا دل انتقام سے

پاک ہو۔

جبکہ کہساروں کا منتقم اعلیٰ بالاچ اس سے بھی بڑھ کر جسم و جان میں ارتعاش پیدا کرنے والے دہکتے ہوئے نغموں میں ظلم و استبداد کے انتقام کی یوں تعریف کرتا ہوں۔

من گوں بداں ہنچو کناں

باز گوں کپوتی و لڑاں

گرمیں لوار گوں چلڑاں

لدی حوک گوں ارزناں

مید گوں ماہی ءَ کناں

بز گوں کہیری ڈھنگراں

گرگ گوں مزل چیڑیں جڑاں

میں دشمن کے ساتھ ایسا سلوک کروں گا۔

جیسے ——

باز کبوتر کے ساتھ کرتا ہے۔

گرم لو شبنم کے ساتھ

سؤر باجرے کی فصل کے ساتھ کرتے ہیں۔

ماہی گیر مچھلی کے ساتھ کرتا ہے۔
بکری کہیر کی نازک شاخوں کے ساتھ کرتی ہے۔
بھیڑیا اونٹنی کے بچے کے ساتھ کرتا ہے۔

• حیر گوں دژمناں آروشؔ بی*
دکہ، گزان کنٹگ و ماراں پاذ
دست ءِ دل رودینی میسد
لاہو بیاں لدی شیر
میر جت بہاں ننگاراں
گورکاں جتنی چاریناں
دشمن کے ساتھ میری صلح اس وقت ہو گی۔ جب
گز میں کانٹے پھوٹیں — اور
سانپوں کے پاؤں نکل آئیں۔ جب
ہتھیلی پر بال اگ آئیں۔ جنگلی شیر پالتو بن جائیں
جت ہل چلانا اور جتنیاں بھیڑ چرانا شروع کریں

• • •

بلوچ اپنے خون کا بدلہ لینا کئی پشتوں تک نہیں بھولتا، مثال کے طور پر ایک شاعر کہتا ہے۔

حون بلوچانی تن دوصد سال ءَ !
لہ بئیں آہوئنت دو دنتا نیں
سنگ اگن چاتانی بن ءَ ریزنت
کینگ چہ مردانی دل ءَ کنزنت

بلوچ کے خون کا انتقام دو سو سال تک
دو سالہ ہرن کی طرح ہوتا ہے
اگر کنوئیں میں پتھر گھل سکتے ہیں
تب جوانمردوں کے دلوں سے
انتقام کا جذبہ ہٹ سکتا ہے

• بلوچوں کی رزمیہ شاعری انتقامی لڑائیوں کے بیان سے بھری پڑی ہے لیکن اس سلسلہ میں جو بلند مقام بالاچ کی شاعری کو حاصل ہے اور جس جفاکشی اور بہادری سے بالاچ نے اپنے بھائی کے خون کا انتقام لیا ہے۔ بلوچستان میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے اس لئے بالاچ، بلوچوں کے ہاں "بیر گیر" یعنی انتقام لینے والا" یا "منتقم" کے نام سے مشہور ہے۔

بالاچ صرف ایک نڈر اور منتقم بلوچ نہ تھا بلکہ اعلیٰ پائے کا شاعر بھی تھا۔ اس کی زبان صاف، سلیس اور انتہائی حد تک موثر ہے۔ تشبیہہ و استعارات بلوچی ماحول کے مطابق اور قابل فہم ہیں چنانچہ ایک نظم میں بلیدیوں کے گاؤں میں اس کی وجہ سے عورتوں میں جو خوف پھیلا تھا اس کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اے مُرگھ کہ شپان نیم بالنت
بالاچ ءِ کمان ءِ تیر ءُ تنت !
گوکان مڑ کننت من ہلکان
واب جہمنت نیاڑیان
کھلّ ءِ سنچ ءُ مائیان

وش دشس ءَ گوشنت گون جودان
بش کن درهگگنت بالاچ ءَ

لیعنی۔

رات کو جب پرندے
نیچے پرواز کرتے ہوئے گذرتے ہیں۔
تو بلیدیوں کی عورتیں
(اپنے خاوندوں سے) کہتی ہیں
سنو! بالاچ کے تیروں کی آواز آرہی ہے۔
اور جب گاؤں میں رات کو
بیل آپس میں لڑتے ہیں
تو گھروں کی پاک دامن بی بیاں
نیند سے اچھل پڑتی ہیں
اور آہستہ سے
اپنے خاوندوں سے کہتی ہیں۔
خاموش رہو۔
بالاچ کے پاؤں کی آہٹ ہے۔

اسی سلسلے میں بالاچ اپنی ایک دوسری نظم میں اُن جوانمردوں کی صفات بیان کرتا ہے جو اپنے خون کا انتقام لینے کو نکلتے ہیں کہتا ہے:

آمرد کہ جونان ءَ گرنت
بیزار چہ ذالان ءَ کنغ!

درائیں شپان بیدار بنت!
پچو عاشقاں آہ آہ کننت
پہ دشمنان نیشان درشنت
آمرد وتی ہونان گرنت
یا ہیبی سراں زیاں کننت

یعنی

جو لوگ اپنے خون کا انتقام لینا چاہتے ہیں
وہ اپنی بیویوں سے دور بھاگتے ہیں
اپنے مال مویشیوں کی محبت چھوڑ دیتے ہیں
راتوں کو بیدار رہتے ہیں
عاشقوں کی طرح سرد آہیں بھرتے رہتے ہیں
دشمنوں پر دانت پیستے ہیں

یہ لوگ ہیں جو
اپنے خون کا انتقام لیتے ہیں
یا اپنے سر گنوا دیتے ہیں

اس کے ساتھ ساتھ بالاچ اس شخص کو جو دشمنوں سے انتقام لینا چاہتا ہے جو اس کا قومی فریضہ ہے، یہ ہدایت بھی کرتا ہے کہ۔

سانگ ءَ مزیہ چہ دشمنان
تران ءَ چرا جوزین بلان
آھر کہ تو ردبے چپان

یعنی:

دشمنوں سے ناطہ مت کرو

ان کی بات مت سنو
ورنہ دھوکہ کھا جاؤ گے

بالاچ کی شاعری ایک ایسی آگ ہے جو اس کی نظمیں سُننے کے بعد ہر منتقم بلوچ کے دل میں بھڑک اٹھتی ہے۔ جب تک بالاچ کی یہ نظمیں بلوچوں کی شبینہ محفلوں میں گائی جائیں گی۔ نوجوانوں کے دلوں میں یہ آگ بھڑکتی رہے گی۔

بالاچ اپنی نظموں میں اپنے بھائی دودا کا مرثیہ نہیں کہتا۔ بلکہ انتقام کی جو آگ اس کے دل میں لگی ہے اُسے ہر بلوچ کے دل میں لگانا چاہتا ہے اس کی انفرادیت اجتماعیت کا مظہر بنتی ہے۔ بالاچ اپنی نظموں میں گورگیج نہیں رہتا۔ بلکہ بلوچ بن جاتا ہے۔ اس کی فکر غم جانان کی تنگنائے میں مقید نہیں رہتی، بلکہ غم دوران کی وسعتوں میں ڈوب کر اُبھرتا ہے اس نے اپنے بھائی دودا کا انتقام لینا ہے لیکن اس جذبۂ انتقام کو وہ بلوچ کی ملی خصوصیت اور میار کا مظہر قرار دیتا ہے اس لئے بلوچیت کا گیت گاتے ہوئے کہتا ہے:-

دودا تئی کونڈ ءِ کپگ
ایرمالگ ودست ءِ ملگ
دستی وتئی کو ءِ کشگ
جیران دکایاں شہ درءَ
بوران ءَ گندان لنگڑءَ
آہنزگ ءَ روتج ءِ سرءَ
دردے مس بالاچ ءِ دلءَ

جوانیں جن ءَ مو نجھاڑو ءَ
حل بیت ڈیلشن ملگی
حل بیت و مومی ءَ رچیت
س نزمگیں پیراہن ءَ
دردے من بالاچ ءِ دل ءَ

★

یعنی : دو دا اندھوں کی طرح تیرا مارا جانا
زمین پر تیرا گرنا اور کفِ افسوس ملنا
مجھے کبھی فراموش نہیں ہو گا۔
بالاچ کے دل میں ایک درد اٹھتا ہے

★

باہر سے گھوم پھر کر جب میں آتا ہوں
تیرے یتیم بیٹوں کو دیکھتا ہوں
جو دھوپ میں پڑے سوتے ہیں
بالاچ کے دل میں ایک درد اٹھتا ہے

★

جب میں تیرے گھوڑوں کو دیکھتا ہوں
کہ دھوپ میں بھوکے بندھے رہے ہیں
بالاچ کے دل میں ایک درد اٹھتا ہے

★

جب میں تیری اچھی بیوی کو
غمگین دیکھتا ہوں
اور یہ دیکھتا ہوں کہ اس کی قامت زیبا
موم کی طرح پگھل کر
اس کی نرم قمیص میں گرتی رہتی ہے
بالاچ کے دل میں ایک درد اٹھتا ہے

★

بالاچ میں قنوطیت نہیں ہے اس میں رنج والم اور دکھ درد برداشت کرنے کی سکت اور ہر ظلم سے ٹکرانے کی ہمت اور حوصلہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ دودا کے غم میں اس کا دل حزن کے آنسو ضرور روتا ہے لیکن کمزوری نہیں دکھاتا، اسی نظم میں جس کے چند اشعار اوپر آچکے ہیں۔ دودا کی بیوی بچوں پر نوحہ خوانی کرنے کے بعد بلوچوں سے مخاطب ہو کر بالاچ کہتا ہے:-

من گوں بدان چون ءَ کنان
گوں دودا ءِ جورین دشمنان
من گوں بدان ہچش کنان
کہ میدان گوں ماہی ءَ کتہ
بزگوں کبیری ڈنگران
باز گوں کپوت ءِ دلران
گریس لوار گون چلمران
من گوں بدان ہچش کنان

دودا ءِ جورین دشمنان
موردا نگیں مردان کشان

یعنی :

تم جانتے ہو کہ میں دشمنوں کے ساتھ
دودا کے قاتلوں کے ساتھ کیسا سلوک کروں گا؟
میں دشمنوں کے ساتھ وہی سلوک کرونگا جو:
بھیڑیے، بچھلی کے ساتھ۔
بکری کھیر کی ٹہنیوں کے ساتھ
باز کبوتروں کے جھنڈ کے ساتھ
اور گرم لُو
پانی کے پتلی تہ والے جوہڑ کے ساتھ کرتی ہے۔
میں دشمنوں کے ساتھ
دودا کے زہریلے قاتلوں کے ساتھ بھی
ایسا ہی سلوک کروں گا۔
ان کے نامور افراد کو مار ڈالوں گا

بالاچ صرف گفتار کا غازی نہ تھا۔ بلکہ کردار کا پیکر بھی تھا، اپنے بھائی کے انتقام میں بلیدیوں سے اس نے جتنے آدمی مارے اپنی ایک رزمیہ نظم میں ان کی تعداد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:-

من پہ شُہرنگیں دودا ءَ
آسے من لدان مان داشتہ
بکھشے من جہان ءَ اشتہ

ستشت وشش بلوچوں کشتہ

بیدچہ ٹامراں سیاھیناں
بیدچہ کا۔ سرانی جبہستاں
بیدچہ لیٹروا(زونگیناں
بیدچہ سُرونگین گاوُمیشاں

یعنی؛

میں نے اُس سرخ رنگت والے دودا کے لئے
جنگلوں میں آگ لگا دی
دنیا میں اپنا ایک نشان چھوڑا
چھیاسٹھ بلوچ میں نے مار ڈالے
بغیران کالے غلاموں کے
بغیران بیلوں کی جوڑیوں کے
جو ہلوں میں جتے ہوئے ہوتے تھے
بغیران موٹے تازے زادنٹوں کے
اور بغیران کالی بھینسوں کے
جو میں وقتاً فوقتاً مار ڈالتا رہا

ایک دفعہ بالاچ کو اس کے دشمن بلیدیوں نے طعنہ دیا کہ تم رات کو چوروں کی طرح چھپ کر لڑنے کو آتے ہو یہ مردوں کا شیوہ نہیں اگر ہمت ہے تو اطلاع دے کر میدان میں آجاؤ۔ تب تمہاری بہادری کا پتہ لگ جائے گا۔ بی بکر بلیدی جس نے بالاچ کو یہ پیغام بھیجا

کہتا ہے۔

بالاچ !
چرّے چو ڈُزّیں تو لکان
واب ءُ کشے براہندگان
معلوم بکن، بیا پہ مڑءَ
ورنا شہ کھلاں درکپنت
سرئیں لبتنگ وچاڑکگ ءَ
نئے کہ ترا کُتکش جنت
من دھکہ و مُشّہت منان

یعنی

بالاچ !
تم تو گیدڑوں کی طرح چھپ کر پھرتے ہو
اور نیند میں ہمارے بھائیوں کو مار ڈالتے ہو
اگر تم میں مردانگی ہے تو
اطلاع دے کر لڑنے کو آجاؤ
تاکہ نوجوان کمر کس اور مسلح ہو کر
اپنے گھروں سے باہر آجائیں
یہ خیال مت کرو کہ
وہ سب تجھ پہ ایک ساتھ حملہ کریں گے
نہیں !
تیرے مقابلے پہ میں اکیلا آؤں گا

میں ہی تیری ٹکر اور برابر کا ہوں

بلوچ کے لیے دشمن سے طعنہ سننا نا قابل برداشت ہوتا ہے۔

یہ ممکن نہ تھا کہ بالاچ اس کے طعنے سن کر گمنڈ میں آئے اور کھلے میدان میں مبارزت کی دعوت دی جائے مگر بالاچ سمجھدار تھا۔ اس نے بی بکر کے طعنے کا اثر نہیں لیا، جو بی بکر چاہتا تھا، بالاچ اپنے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار نہ تھا۔ اسے اپنی طاقت بہادری اور دشمن کی کثرت اور بالا دستی کا پورا اندازہ تھا۔ بی بکر بلیدی کے جواب میں اس نے جو کچھ کہا ہے اس سے اس کی معاملہ فہمی اور باریک بینی کا اندازہ ہوتا ہے

کہتا ہے۔

بی بکر! ترا ہوش من سرنت
من جنگے نہ داتاں تو تگی
شیری ءَ بورنیستاں بدی
نئے بوربستاں دہ صدی
نہ لشکرے سیاہ و بزیں
من پہ وتی ھیبی سرءَ
ہر شپ چو بشامی درھدءَ
بندان دکایاں پہ مڑءَ

یعنی

بی بکر! کیا تیرے ہوش و حواس بجا ہیں
میں گیدڑ کی طرح نہیں لڑتا۔
بلکہ شیر کی طرح دشمنوں کو توڑ دیتا ہوں

میرے پاس نہ تو ہزاری گھوڑے ہیں
اور نہ ہی کوئی بڑا لشکر ہے۔
میں صرف اپنے ہی اکیلے سر
ہر رات ساون کے تیز برسنے والے بادلوں کی طرح امنڈ
کر لڑنے کو آتا ہوں۔

بالاچ اپنی رزمیہ نظموں میں صرف دشمن کی کمزوریوں، خوف وہراس اور مصائب کا بیان نہیں کرتا، بلکہ خود اس پر جو مصیبتیں گذرتی ہیں اور اسے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کا بھی بیان کرتا ہے۔ دن رات پہاڑوں میں گھومتے پھرتے توشے کا جو تھیلا اور پانی کا مشکیزہ اس کی پیٹھ پر لدا ہوتا ہے اس کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

شاکہ منی بیرگوں دشمنان گارنت
کمبریں گوسنجاں مں سرءَ بارنت
توبہ چہ گونجان ءَ ورو کیناں
کو پکاں سیا ہماری جنتت کاداں
چہ زنانی جوسٹ نگیں آپان!
صیدِ شں پہ ناکام ءَ گرنت تنگان

یعنی:

جب سے دشمن پر میرا خون کا
بدلہ لینا باقی ہے۔
(توشے) دھاری دار تھیلے مجھ پر لدے رہتے ہیں

الامان ان تھیلوں سے
جن کی دو کڑیاں ہوتی ہیں
الامان مشکیزوں کی اُن کاٹنے والی رسیوں سے
جو کالی ناگن کی طرح
کاندھے کو کاٹتی رہتی ہیں
اور تو یہ پہاڑی ندیوں سے رس رس کر نکلنے والے
اس گرم پانی سے کہ
پہاڑی بکرے بھی
صرف مجبور ہو کر اس سے ایک گھونٹ پی لیتے ہیں

بلوچی رزمیہ شاعری میں واقعات کی منظر کشی کی بہت نادر مثالیں ملتی ہیں۔ بالاچ اپنی ایک رزمیہ میں واقعہ بیان کرتا ہے جب وہ بی بکر بلیدی کو مار ڈالنے کی نیت سے ایک رات چھپ کر اس کے گھر پہنچتا ہے۔ لیکن غلطی سے بی بکر کی بجائے یوسف نامی اس کے داماد کے خیمے میں داخل ہوتا ہے۔ اور اسے قتل کر دیتا ہے۔

بالاچ یہ سمجھتا ہے کہ وہ بی بکر کے خیمے میں ہے اور جو شخص اس کے سامنے چارپائی پر میٹھی نیند سو رہا ہے۔ وہ بی بکر بلیدی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بی بکر بلیدی ایک بہادر شخص ہے اس کا مار ڈالنا آسان نہیں اس وقت بالاچ پر جو کیفیت گذرتی ہے۔ اس کا بیان وہ اپنی رزمیہ میں ایک ایسے پیرائے میں کرتا ہے کہ سننے والے کے سامنے واقعہ کی ایک تصویر ابھر آتی ہے کہتا ہے :۔

پادکت من ءُ جنگانی نقیبوءُ !

بست اڑبے بالاچ کہ آستہ بام ءَ
ہتگ ءِ بینگ چہ گپگ ءَ کپتنت
ارگیں ذال چہ مرمرین آس ءَ

یعنی:

نقیبو نے مجھے جگا کر کہا۔
اُٹھ اے بالاچ کہ صبح کی روشنی پھیل گئی ہے۔
گاؤں کے کُتّے خاموش ہو گئے ہیں
بوڑھی عورتوں کی ٹمٹماتی ہوئی آگ بھی بجھ گئی ہے

اپنے پہاڑ سے اُترنے اور بی بگر کے گاؤں تک راتوں رات پہنچنے کی تفصیلات کو ایک دلکش پیرائے میں بیان کرنے کے بعد بالاچ کہتا ہے کہ خیمے میں داخل ہو کر میں نے دیکھا کہ بی بگر چارپائی پر اپنی بیوی کی بغل میں سویا ہوا ہے۔ تب میں نے:

دستوں پر آشلیں خنجر ءُ برتان
کارنہ انت شلیں خنجر و ہوت ءِ
دستوں پرت پولاتیں تبرزیں ءَ
کارنہ انت پولاتیں تبرزین ءَ
دستوں پر آموریں کیسگ ءُ برتان
چہ سیوائی تیراں درچیتاں یکے
سربا سوہان ءَ بیگتان
پرزبا جوڑ تواری دیپ ءُ داتان
زوروں بمار استیں پنجگ ءُ داتان

درھکگ ءَ سیوائی کمان رِفتین
سرہرءَ لیپ گون ہنجوءَ تپیتین
چیر بما سچکانی تکرد گپتین
حونی چہ پنانی دپ ءَ کپتگنت
چہ بروتان و بزنکین ریشان
چیر جتاں دست ءَ کپتگاں تنگے

یعنی :

میں نے اپنے نوکدار خنجر پر ہاتھ ڈالا
نہیں ! نوکدار خنجر اس بہادر پر کارگر نہیں ہوگا۔
پھر میں نے اپنی فولادی کلہاڑی سنبھالی
نہیں ! فولادی کلہاڑی کا بھی یہاں کام نہیں
اب میں نے اپنے کالے کیسے میں ہاتھ ڈالا
اور سیوا کے خدنگوں میں سے ایک چن لیا
جس کی نوک کو سوہان سے رگڑ کر تیز کیا گیا تھا
اسے میں نے تیر پر چڑھایا
اور اپنے دائیں پنجے پر زور دیکر (کمان کو کھینچا)
ایک دھماکے سے سیوائی کمان چھوٹی
اوپر کی رضائی کو چارپائی کے ساتھ سی کر
نیچے کی خوبصورت چٹائی سے جا کر تیر پیوست ہوا
خون اس کے ہونٹوں سے
مونچھوں اور گھنی ڈاڑھی پر سے بہنے لگا۔

میں نے اپنے ہاتھ بڑھایا
اور چلو بھر کر اس کا خون ایک گھونٹ پی لیا۔

جس دن بی بکر بلیدی نے بالاچ کے بھائی دودا گورگیج کو مار ڈالا اس دن بلیدیوں کی اپنی عورتیں خوفزدہ اور پریشان ہوئیں وہ سمجھ گئیں کہ اب گورگیجوں اور بلیدیوں کے درمیان لڑائی ہو گی۔ کشت و خون کا بازار گرم ہوگا۔ اور کئی نوجوان بے گناہ مارے جائیں گے۔ بالاچ اپنی رزمیہ نظم میں بلیدی عورتوں کی اس خوفزدگی اور پریشانی کا بھی ذکر کرتا ہے۔ ایسے موقعوں پر عورتیں جس طرح سوچتی ہیں وہ بالاچ جیسے ایک صاحب ہوش فراست شاعر کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکیں۔ عام طور پر دیکھا جائے تو قبیلہ کی عورتوں کو دشمن کے مارے جانے پر خوش ہونا چاہیئے۔ کہ ان کے جوانمردوں نے ایک دشمن کو تہ تیغ کیا۔

ممکن ہے کہ ایک کم فہم شاعر اس واقع کو بیان کرتے وقت بلیدی عورتوں کو خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے دکھاتا مگر بالاچ جو ایک پختہ کار ہونے کے ساتھ ساتھ بلوچوں کا رمز شناس بھی تھا۔ اور بلوچیت کا دلدادہ بھی عشاعروں کی عام روش کی پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ بلیدی عورتوں کے دل کی گہرائیوں میں اتر کر اس حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ جس سے بلیدی عورتیں لرزہ براندام ہوئی تھیں، بالاچ بلیدی عورتوں کے دل کی بات کرتا ہے اور یہی اس کی اثر انگیزی کا راز ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی بالاچ کے یہ رزمیہ اشعار ایک منقسم

بلوچ کا دل اُسی طرح گرماتے اور اُسے متاثر کرتے ہیں۔ جس طرح آج سے سینکڑوں برس پہلے کیا کرتے تھے۔

بلوچی کی رزمیہ شاعری اگر سینکڑوں برس کے بعد بھی اب تک تازہ بہ تازہ معلوم ہوتی ہے تو اس کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ بلوچ شعراء نے دوراز کار، بلند پروازی، بلوچ معاشرہ سے بعید تشبیہات و استعارات استعمال نہیں کئے ہیں بلکہ زیادہ سلیس اور سادہ زبان میں عام فہم بات کی ہے۔ اس لئے ان کے اشعار بلوچوں کے عوام و خواص پر یکساں اثر کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شاعر نے غم جاناں میں غم دوراں کو سمیٹ لیا ہوتا ہے۔ بہر حال بلیدی عورتوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بالاچ کہتا ہے:۔

کاڈاں پہ پچان دلیگنت
انزی اِش حونی گرّگنت
مرداں پہ راھشیف گوگنت
شاکر ہمے مرد گشگنت
زاتاں بلوچ بے واجگنت
آزر کری بکر نزگنت
پاآ گرد وکھیس نہ بنت
برّو خراسانی کماچ

یعنی:

خوبصورت عورتوں نے

جب خود اپنی آنکھوں سے دودا کو قتل ہوتے دیکھا
تو خون کے آنسو روئیں۔

اور انہوں نے اپنے مردوں سے صاف صاف کہہ دیا
کہ تم نے جو اس جوانمرد کو مار ڈالا ہے۔
کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ
یہ ایک لاوارث بلوچ ہے۔؟
اور اس کا انتقام لینے والا کوئی نہیں!
اچھی طرح سے سمجھ لو کہ
اسے مار کر بی بگر نے جو دولت حاصل کی ہے۔
وہ ہمارے لئے دوپٹے اور شال نہیں ہوں گے
اور نہ ہی ان سے ہمارے لئے
خراسان کے بنے ہوئے
ریشم اور مخمل کے کپڑے خریدے جا سکیں گے

بالاچ کی رزمیہ شاعری کو بلوچستان میں دوام حاصل ہوا ہے اس سرزمین پر جب تک ایک بلوچ بھی زندہ رہے گا۔ اور اس کی رگوں میں بلوچ کے جذبۂ انتقام سے گرم خون گردش کرتا رہے گا اور اس کی رزمیہ نظمیں بلوچستان کے پہاڑوں اور وادیوں میں گونجتی رہیں گی۔ بالاچ کی رزمیہ نظمیں بلوچی خود خصلت کا ایک ایسا آئینہ پیش کرتی ہیں۔ جن میں بلوچ کو نہ صرف اپنا ماضی نظر آتا ہے۔ بلکہ اس میں اپنے حال و مستقبل کو بھی عیاں دیکھتا ہے۔ ایک بلیدی شاعر نے بالاچ کے ان ہی قومی جذبات سے بھرپور رزمیہ نظموں سے متاثر

ہو کر کہا ہے۔

بلاچ ءُ حلال باتاں پہر
جورین دشمناں باتاں زہر
ہر روچ ءُ کنے راج ءُ قہر
مات پہ پسنگاں حیران ننت
گہار پہ چوٹ بروتین براتاں
ورستگ پہ وتی نزاماتاں
کاڈ پہ سمۂیں تو لیکان

یعنی:

غرور صرف تجھے ہی زیب دیتا ہے
تیری دشمنوں کو نہیں
ان کے لئے تو زہر قاتل ہے
تم ہر روز
اپنے دشمنوں پر ایسا قہر ڈھاتے ہو کہ
مائیں اپنے بیٹوں کے لئے پریشان ہیں
بہنیں اپنی کھڑی مونچھوں والے بھائیوں کے لئے
ساس اپنے دامادوں کے لئے
اور بیویاں اپنے پیارے خاوندوں کے لئے
حیران و پریشان رہتی ہیں۔

کوہ جاندراں نیامغی گھٹ ءَ
کمب لوہی آں سروسیاں
پہ پھرونگانی سنٹھ سابنداں
چھپرءَ راستوں سرودرنگاں
آفءَ کنءَ مخمارڑی شم وڈھوراں
ہلکہاں ماں لعلیں چھپر گھوڑاں

بےدہ بے روٹھاں چراغیناں
کھوردفاں لماتاں لغادیناں
کانڑ کی کھور چارہی منداں
دال تلیءَ وڈو نوز کھنڈءَ

——— مست توکلی

ترجمہ :

میرے سائبان نما بادلو۔ تیار ہو جاؤ
پوادھ کی بلند چوٹی اور گھاٹیوں کی طرف
اور جلدی
زرخیز رتنی وتروالی زمین پر برسو۔ اور
تقسیم شدہ قبائلی خطوں کو سیراب کرو
ان علاقوں کو

جو عرصے سے بے آب وتشنہ کام ہیں
مست کی سیر وسیاحت کے راستوں کو سیراب کرو

اس دیوانے کی منزل اور پڑاؤ کو
سرسبز و شاداب جاندراں پر کھیلو کو دو
کوہ جاندراں کے وسطی نشیب پر
دہی کی جھیل نما گڑھوں کے مضافات پر
مرمُد نگائی کی نوکدار و سایہ دار چوٹی پر
چھپر اور راستوئی کے دہانے اور گھاٹیوں پر
مخارڈ کی ندی نالوں کو بھر دو

تاکہ۔ میں اپنا خیمہ زرخیز چھپر میں زرخیز کر دوں
ان بیاباں اور آزاد چراگاہوں کے قریب
ندیوں کے دہانے پر اچھلتے کودتے برستے چلو
کانٹر کی ندی پر اور چارتی کے خشک قدرتی تالابوں پر
درہ ڈنگی سے نور کھنڈ تک برستے ہی چلو

ماں کی زیبائش پہلوئے تمنا

کہساروں کی وادیوں نے انگڑائی لی ہے۔ یخ بستہ زمستان کے مارے ٹھٹھرے ہوئے بے برگ و بار درختوں پر سُرخ سرخ شگوفے مسکرانے لگے ہیں، گل غنچوں پر شباب کے آثار نمودار ہیں۔ افق میں کالی گھٹاؤں سے چاند کا مکھڑا اپنی صباحتیں بکھیر رہا ہے۔ بلند پہاڑوں کی چوٹیوں سے مست و بے خود چکوروں کے چہچہے سنگیت کی مٹھاس، چشموں کی جلترنگ، سیاہ و تاریک خیموں میں جشن طرب و نشاط کل کا شیر خوار بیٹا مہکتا ہوا روپ دھار چکا ہے۔ ڈھول اور شہنائیوں کی سحر انگیز دھن میں بگلے نوجوانوں کا رقص۔ عطر و نباد کی مہکار۔ نقرئی قہقہے۔ دف بجاتی خوش و خرم گلکار پیرہن دوشیزاؤں کے نغمہ ہائے حسین اور پھر دولہا کی ماں کی زیبائش پہلوئے تمنا اور خیالوں کی لو پر چراغ سخن کا یوں فروزاں ہونا:-

ہلو ہالو کنٹت وشیں ہلوئے

ہلو ہالو کنٹت میرءَ منی ءَ

ہلو ہالو کنٹت آحتہ چہ دورءَ۔

ہلو ہالو کنٹت چمانی نُورءَ

ہلو ہالو کنٹت میرءَ منی ءَ

ہلو ہالو کنئت میرءَ یلین ءَ
ہلو ہالو کنئت پل گدین ءَ
ہلو ہالو کنئت میرءَ منی ءَ
ہلو ہالو کنئت شیریں مزارءَ
ہلو ہالو کنئت دریا دل ءُرا
ہلو ہالو کنئت میرءَ منی ءَ
ہلو ہالو کنئت زحم وکشارءَ
ہلو ہالو کنئت لج د میارءَ
ہلو ہالو کنئت میرءَ منی ءَ
ہلو ہالو کنئت شاہیں بلوچاں
ہلو ہالو کنئت ءِ ماہ درشاں
ہلو ہالو کنئت میرءَ منی ءَ

(ترجمہ)

ہلو ہالو خوشی کے گیت گاؤ
ہلو ہالو بنا ہے میر دولہا
بہت ہی دور سے آیا ہے بنا
سبھی کی آنکھ کا تارا ہے بنا
ہلو ہالو بنا ہے میر دولہا
جری میر کے گن گاؤ
سجا ہے پھول سا کتنا
ہلو ہالو بنا ہے میر دولہا

شیرِ دمزار ہے یہ
دل کا دریا ہے یہ
بلو ہالو بنا ہے میرا دولہا
تیغ آزما جوان ہے یہ
باغیرت و باحیا ہے یہ
بلو ہالو بنا ہے میرا دولہا
فخرِ بلوچ ہے یہ
مہر و مہ سے درخشاں ہے یہ
بلو ہالو بنا ہے میرا دولہا

محبوبہ کی بہارِ جمال

بہاروں کی جانفزا وادی چمک اٹھی ہے۔ پربت پربت گلوں کے حسین پیراہن سے مہک اٹھے ہیں۔ دشت وصحرا گھنے سبز چراگاہ بولتے مہک رہے ہیں، صف بستہ سیاہ خیمے رخ صحرا پہ خال خندہ جبیں دلربا کی مانند زینتِ آغوش نظر ہیں، قدم قدم پر حسن کا بہکا بہکا خمار انگڑائی لے رہا ہے۔ اس نشاط افروز ماحول اور روح پرور فضا میں شاعر کہسار کا درِ دل وا ہو جاتا ہے۔ وہ جس کے احساسات و جذبات حسن تخیل سے مرصع اور حسن کی نظر شناس ہے، پہاڑ کی چوٹی سے حسنِ فطرت کے مناظر کا مشاہدہ کرتا ہے تو اسے ہر سُو حسن و جمال اور روح کی پاکیزگی نظر آتی ہے اور پھر نشۂ حسن میں مست ہو کر محبوبہ کی بہار جمال کے ایسے گیت بُنتا ہے جن کو سُن کر رہرو راہ بھی تماشائی بنتے ہیں۔

دروست منی جاندران رِ لیموآں یکھے
رستہ من ارغونی گیری سایاں
دروشماں دات تاہنی لوزاں
دروشی چھوسر گواتاں سیمنیغاں
دیم ئے چھوڈیو آں بلوخیناں
زلغاں چھو سیاہ ماراں تھلوخیناں
بمرتیں چھو آہوآں ترو خیناں
نذریں چھو کنڈھی آں بہو خیناں

لامب ۓ ڎُنگ انت چھوزامری جیڑاں
ین ۓ شرانت چھو تھنگو یپ دیباں
دارحمارانت چھو بارغیں سریناں
ترنداں چھو آمنڑ دا تغیں تیغاں

★

ستو ژہ زین ۓ پلپلاں یکھے
یاہما مرگ انت نام ۓ مولن انت
یاہما نوگ سج داتکیں تیگھ انت
یاہما انجیر انت پتن تاکیں
برزمس گٹانی سرۓ رستہ

(ترجمہ)

میرا دوست ۔ کوہ جاندراں کے ایک لیموں جیسا ہے
جس کی پرورش ۔ فلک بوس کہساروں کی خنک چھاؤں میں ہوئی ہے
اس کا مہکتا روپ ۔ ساون کے سفید بادلوں سا ہے ۔
وہ خمار صبا کے لطیف جھونکوں کی طرح جھومتا ہے ۔
اس کا چہرہ ۔ شمع فروزاں سے بھی زیادہ چمکتا ہے
اس کی گھمبیر زلفیں ۔ سیاہ مار کی طرح وحشت زدہ ہے، جو
مجھے دیکھ کر چونک جاتا ہے ۔
وہ شمشیر آبدار سے بھی تیز ہے، جو دل کے پار ہو جاتا ہے ۔
اس کی گندھی ہوئی چوٹیاں زامر کی طرح لٹک رہی ہیں
اس کے سنہرے مکھڑے پہ جھمکے بہت ہی بھلے لگتے ہیں ۔

اس کی کمر ایسی پتلی ہے جیسے اسے کسی بڑھئی نے تراشا ہو

وہ جوہر دار تلوار کی طرح شوخ ہے۔

★

ستمو، کرہ زمین کے گھنے سایہ دار پیپل کا درخت جیسا ہے

یا اس پرندے کی طرح ہے، جو مور کہلاتا ہے

یا پھر وہ نو صیقل کردہ تیغ کی مانند ہے

یا وہ بڑے پتوں والا انجیر ہے۔

جو بلند گھاٹیوں میں اگتا ہے۔

★

جب عشق حسن کے
جلووں پر نثار
ہونے لگتا ہے

بڑی گیتوں میں کہساروں کی گونج ، ندیوں کی نغمگی ، ہواؤں کی موسیقی اور کائنات کی سرخوشی مکمل صورت میں ملتی ہے ۔ کسان کھیتوں میں ہل چلا رہا ہے یا چرواہا پہاڑوں میں بھیڑیں چرا رہا ہے، ساربان اونٹ کی نکیل میں رسی ڈالے کسی دور دراز منزل کو رواں دواں ہے یا تنہائی سے اکتایا ہوا کوئی پردیسی نظاروں میں کھویا ہوا اپنے گاؤں کے حسن میں محو ہے اِن تمام قسم کے جذبات پر گیتوں میں اظہار ملتا ہے ۔ ڈھڑی کی صنف ایک ایسی ہی رومان انگیز ماحول کی تصویر دکھاتی ہے ۔ جب عشق ، بے ساختہ حسن کے جلوؤں پر نثار ہونے لگتا ہے یا حُسن بے دریغ چاہت کے جذبوں سے لپٹنے کو بے تاب ہو رہا ہوتا ہے۔

۱۔ گواترڑ و گشتی ، پُل دی لرزاں
جھُلکاں تئی جیگ ءَ آہرڑی
اُمتّ بندی ظاہر دردگاں
مقوسے سنی جیگ ءَ آہرڈی
تھڑ دی کسانے مں دی کساناں
مے تئی گزراں چوشں نہ بی

۲ منڈ وتی عارلیفیں پٹ پرسایہ
رُستہ چو درنگہ ءَ نا مرڈی
موران ءَ شہر ءَ کونج کرتہ

شف گوں شمالاں روشں کتئ
شیفگیں تئ پونزہء تھنگویں پلڑی
نیم شغاں لالٹینی دی برّی

۳ - شیفگیں تئ پونزہء تھنگویں پلڑی
دنڑوتئ داستان رہ دی نلی
برادر زہرگیپتو شیداں روغائیں
زرتئ حاکم رہ نوکرڑی
سئے چارجیڈی ست کنائی
وشڑو کننئی بیگاھی !

۴ - دستاں بنداں محبوتارہ اگت ءُ
پادر. روُاں پرّہ بیغوں دی سری
دوست ترا پیرہ جھنڈائی سوغند
من ترا رنجینہ دی کدی
تحقہ منا رنجینہ ہما روشی
آف نداتے مئ ھنجرڑی

۵ - ماخو توجزدوں شانک تھرڑے ءُ
باہر بلاں کھلڑایاں ءُ چرّی
ماخو تو نندوں لیوانی ہند ءُ

ہر کس شی پُرشی گار کتئی
ما خو تو نندوں ہار موج ءَ
ہر کس شی مشکے تھرا کینتیٔ

(ترجمہ)

۱- ہوا کے جھونکوں سے پھول چل رہے ہیں
ایسے میں تیرے کشیدہ کارگریبان شیشے جھلملا اٹھتے ہیں
لوگ بانگ صاف جھوٹ اور بہتان دیتے ہیں
کہ تم میرے گریبان کے شیشے ہو
تم ابھی کمسن ہو، میں بھی کمسن ہوں
ہم بھلا کیسے گزران کر سکتے ہیں

۲- دوشیزہ اپنے محترم باپ کے سائے میں
چٹان کی دشوار گزار بلندیوں پر اگی ہوئی زامر ہے
موران کے شہر میں پل کر جوان ہوئی ہے
راتوں کی تاریکی اپنے جلووں سے صبح میں بدل رہی ہے
ستوان ناک میں سونے کی پتی
آدھی راتوں میں لالٹین کی طرح جھلملاتی ہے۔

۳- ستواں ناک میں سونے کی پتی ہے۔
دہن دستاں میں نغمہ سرا بانسری
محبوب یہاں سے روٹھ کر جا رہا ہے

اور حاکم کی نوکری حاصل کر لی ہے
میں تین چار سہیلیوں کو ساتھ لیجا کر
آج رات اُسے مناؤں گی

۴۔ اپنے مالک کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں
اور اس کے پیروں پر دوپٹہ ڈالتی ہوں
میرے محبوب تجھے بیری کے جھنڈے کی قسم
میں نے تمہیں کبھی رنجیدہ کیا ہے؟
ہاں تو نے مجھے اس روز دکھ دیئے
جب میری حسین کونج تو نے مجھے پانی نہیں پلایا

۵۔ (آؤ) ہم تم دونوں ایک پہاڑی نالے کی راہ لیں
ہمارے گدھے جھاڑیاں چرتے رہیں
ہم اور تم محبت کا کھیل کھیلیں
دُور سے دیکھنے والوں کو گمان ہو کہ میں نے پُتی کھودی ہے
(آؤ) ہم اور تم گدھوں کے چرنے کی جگہ بیٹھیں
دور سے دیکھنے والوں کو گمان ہو کہ مشکیزہ پھٹ گیا ہو گا۔

جذبوں کی سیرابی

"ے لڑے - لاڑے لڑے" بلوچی لوک گیتوں کے اوزان کی نشاندہی کرتے ہیں - اس قسم کے گیتوں میں مفاہیم کو نہایت چابکدستی کے ساتھ گیتوں میں پرو لیا جاتا ہے مثلاً یہ گیت -

ے لڑے لیلاڑے لڑے لاڑے
خانجان ءِ دور ءُ نوبتاں باتے
کائے مردچی لوزیں بلوچی
خانجاں ءِ دور نوبتاں باتے
آخاں کوہاں میلو روحانی
خانجاں ءِ دور نوبتاں باتے
بچپاں ہئ ناسی ہیرے دو باسی
خانجاں ءِ دور نوبتاں باتے

(ترجمہ)

لے لڑے لیلاڑے لڑے لاڑے
خانجان کے عہد زریں میں خوش رہو
دور سے آنے والے تمہاری زبان بلوچی ہے
خانجان کے عہد زریں میں خوش رہو
کنوؤں کا میٹھا پانی اور روحوں کا میل ہو
خانجاں کے عہد زریں میں خوش رہو
تیری پوشاک نسواری ہے اور ہمارا پیر دوباسی
خانجاں کے عہد زریں میں خوش رہو

اسی طرح لوک گیت کے یہ بول کہ:-
بارگ خدا بیاری مئے دل ءِ بہر ءَ

پکنجرءُ بال کنۃ بُرزا
منی دل لیلی ءَ برتہ-
ان گیتوں میں لفظوں کی بازیگری سے بڑھ کر جذبوں کی سیرابی

نظر آتی ہے-

سخاوت و فیاضی کا سمندر

کوہ دصحرا کی تروتازہ ہواؤں سے لطف اٹھانے والے سخت کوش و رزمیت مزاج اور چٹانوں کے پرفضا سنگین قصرات کے مکیں جہاں پہاڑوں کی طرح سربلند، باغیرت، بے خوف اور غیور ہیں، وہاں ان کے دلوں میں سخاوت و فیاضی بھی بحیرہ قلزم کی طرح رواں دواں ہے، چنانچہ وہ اپنے فطری جذبات کو یوں گیتوں میں ڈھلتے ہیں اور داد و دہش پر بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ ذیل میں تاریخی کردار شے مرید کی وہ نظم ہے جو سردار چاکر کے دربار میں دعوے کے طور پر اپنی سخاوت کے حق میں کہی گئی ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک یہ عظیم سخی شخصیت نودبندغ کے اشعار ہیں۔

کھولیں منا چھو عومرءَ
چھو عومرءَ کھولیں منا
من لشکغءَ بندءَ بال
بند بیغی مروٹے نیال
ہر چھی کہ کھٹے اژ قادرءَ
صد گنج ایں بے عیوبیں درءَ
زیراں چہ راستیں چمبوءَ
بڑاں ادو کا رتح رہ سرءَ

نیں بہر کھناں گو جاھزءَ
نیلاں وگہ پنچ بھیذءَ
ہفت صد ہشت صد گورم ءَ
بگ گرد رغیں بے شون تھنت
شر ڈتاں زواتھہ مسر برے
بھیذی رنگولءُ نیاباں
اثرمانز نیتھہ کاتلاں
بنگاہ دگرا نیں نشکراں
داتھہ پہ نام ءِ قادرءَ
بہ مؤمن و وانند غان
بڑا ایلیں دارو گراں
صحوءَ لڑیاں دراں
بیا نیت غازی وشدل ءَ
وشدل منی نام ءَ گرنت
داداں نہ لیکاں چادرءَ
کھیں دکہ واہاں جابہاں
مڑسی مزن تھاپیں لڑاں
ایشاں غازیءُ برنت
ساڈی کفوچی سے صدی
بچھیک شف ءَ او ساراغا
توذبندغ - صحوی یہ سوالیاں برتھ

(ترجمہ) مجھے عمر کی قسم ہے کہ
میں فیاضی سے دستکش نہ ہونگا
اور میں ایسا شخص ہی نہیں۔ جو
مانگنے والے کی خواہش پوری نہ کروں
قدرت نے مجھے جو کچھ عطا کیا ہے ۔ وہ
سینکڑوں خزانے جو اس در سے ملے ہیں۔
ان کو دائیں ہاتھ میں لے کر۔ غرباء و مساکین میں تقسیم کروں گا۔
اور اپنے لئے کچھ بھی باقی نہ رکھوں گا
میری گایوں کی تعداد سات آٹھ سو تھی۔
خوبصورت اونٹوں کے گلے بے شمار تھے۔
میں نے جوئے میں کبھی کوئی شے ضائع نہیں کی
اور نہ کبھی جوا ہی کھیلا۔
نہ دھوکے باز میری دولت چھین سکے۔
نہ دشمن کی بھاری فوج ہی میرے زر و مال پر قبضہ کر سکی
میں نے اپنی دولت اللہ کے نام پر
مومنوں، عالموں اور
بیابانوں میں بسنے والے غریبوں کو دی
میں علی الصبح ان کو کھانا کھلاتا تھا۔

غازی اور مجاہدوں کی تواضع کرتا تھا۔
جو خوشی خوشی میرے ہاں آتے تھے

بے شمار قیمتی پارچے،
کمبل، کمان، تیر ـــ اور
مصر کی بنی ہوئی چوڑی تلواریں
میں غازیوں کو تحفہ میں دیتا تھا۔

ایک دفعہ تین سو روپے قیمت والی کفوچی شال جو صرف ایک مرتبہ استعمال ہوئی تھی۔ صبح کے آئے ہوئے سوالی کو بخش دی

ملن سنگیت

وہ دیکھئے صبح کے من موہن اجالے میں متلاشیٔ معاش کے قطار در قطار قافلے نئے آفاق کی تلاش میں وادیٔ بولان کے پُرپیچ شاہراہ پر خوش خرام دریا کے ہمسفر خراماں خراماں رواں دواں ہیں۔ کارواںوں کی گھنگھروؤں کے چھناکے کی صدا سے ہم آہنگ ساربانوں کے گیتوں کی آوازوں کا قافلہ بھی درد مہجوری کے دکھوں کی تان اور ملن سنگیت کی پرسوز لَے میں یوں گامزن ہے۔

بیا حقیقتیں مُدّ بُدّ جانی
رانگیں شاپی مرگ سلیمانی
طاہر قدسی باگ رضوانی
راز ءِ ربالو ماہتابانی
زیرمنی زہبتیں پوپل وہیراں
بندش گوں چرودکبی چٹ وچیراں
خیزکن برزا، پہ حکمتِ پیراں
شنگر جو سیوائیں شپیں تیراں
جہل اچ گرنداں و برزجہ مات بنداں
مان گوزان بے چہ ہیتریں سنداں
کسے اچ کوہی دومگاں دنداں
شرخیال کن دیر نہ انت چنداں

گنڈے ہنکیں و مہتری ہنداں
ملگزار پیدا کنبت نگھارڑ کوئیں

سرشم و ہنبویں دیار موریمیں
جا منند کہنیں مہتر انت ہرتیں

بجھیرشں کمان انت و گنگرانت چوئیں

پہ ادب الماسیں پڑاں نزار
جگبیں جاہ و جاگہاں ستار

شابزاں شت و شیمہاں ریبار
جتواں کرود مودگاں انگار
چلڈاں تڑانچ و گیورکشاں گیار
سکیں میدان و سوزگیں بازار

دورکمان انت و شش تکنت آجار
یک گورے مال و یک گورے مالدار
پیش دراں پیدا کنت پری دیدار

آکبیبانی سچرئیں ششتار
ٹیڈل و مورت ءِ سرشہ نیگ
سرمنی سودایاں شتر انجنیاں
کپتگ چہ مات بنداں کمندیاں
گگھم خیالے و عاشقی جاڑے
اے دگہ شگھل و آدگر کارے

(ترجمہ) اے حقیقت آشنا پیارا ہُدہُد !
اے حضرت سلیمان کا پالتو پرندہ !
تو باغ رضوان کا طاہر قدسی ہے۔
اے مہوش حسیناؤں کا رازدان و قاصد !
اے سوسن و شبنم کی لطیف زبان بولنے والا ،
میرے پیغام کو جو الائچی و سپاری کی طرح
خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے۔
میری محبوبہ کے پاس لے جا "
انہیں اپنے پھڑ پھڑاتے پروں میں باندھ لے۔ اور پھر
پیروں کی کرامات سے اوپر (آسمان) کی طرف چھپٹا مارکر
اور سیوائی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح تیزی سے بڑھ جا،
گرجنے والے بادلوں کے نیچے سے اور اونچے پہاڑوں کے ڈھلوانوں
اور دندانہ بلند چوٹیوں کے اوپر سے گذر کر چلے جانا
تو اپنی منزل کو۔ جو زیادہ دور نہیں ، جلد دیکھے گا۔
اور راستے سے بہت جلد ان کی قیام گاہیں اور امیرانہ خرگاہیں تجھے نظر آئیں گی
وہاں پہنچ کر تم اپنے خولصورت پروں کو نیچے اترنے کے لئے سمیٹ لو۔
اس حسین وادی کو اور ان مقامات کو غور سے دیکھو
جہاں اچھی نسل کی بکریوں اور بھیڑوں کے گلے کے گلے چر رہے ہیں
لیلوں اور بروں کی ٹریاں علیحدہ ہیں۔ جو
سبزہ زار میں کلیلیں کرتی پھرتی ہیں۔
اصیل گھوڑیاں اور ان کی بچھیریاں

صدا اچھلتی کودتی ہیں۔
گور کے شکاری گھوڑے، جو جھاڑوں پر بندھے ہنہناتے ہیں
پہاڑوں کے سیاہی مائل دامانوں میں
کالے خیموں کی بستیاں آباد ہیں۔
وادی میں یہ خیمے ایسے لگتے ہیں
جیسے سمندر میں، کشتیوں نے کالے بادبان کھول رکھے ہیں۔

اور
جن کے چھ چھ ٹھوں کو سنبھالے مستول
کمان کی طرح جھکے ہوئے ہیں۔
ان خیموں کی ایک طرف
اگر بھیڑ بکریوں کے گلے چرتے نظر آتے ہیں۔

تو دوسری طرف
مالدار خور کچہری لگائے بیٹھے ہیں
اور خیموں کے پیش دروں میں
پر پوش بلند قامت اور ناز و ادا والی
حسینائیں بیٹھی ہوئی ہوں گی۔
اب تم جاکر — اس حسینہ کو
جو بادلوں کی طرح سبک خرام ہے۔
اس نازنین ہرنی کو — اور
جھاڑوں پر اگنے والی مودت کی بیل کو
میرا یہ پیغام پہنچا دو (کہ)

میرے سر پہ تیرے عشق کا سودا سمایا ہے۔
اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ
میں اونچے سلسلہ کوہ کی ایک چوٹی سے
پھسل کر نیچے آ گرا ہوں
مجھے دنیا کا کوئی غم نہیں۔ اس لئے کہ
غم دنیا تو محض ایک خیال ہے۔
البتہ۔
غم عشق ایک شوق ہے۔
لیکن غم دنیا اور ہے۔ اور
غم عشق دوسری چیز۔

دوستین اور شیرین کی نظم

ژنگی انت منی وڈیرو
گواہرام انت منی جامیں بیل
وانکار شیخڑیں، شاہی انت
رکر، ژہ لڑکوفیں کش ءُ دلی انت
سوغند پہ تئی ریشاں انت
نوکیں زنگغیں مساں تاں
سیغیں گُرکیش سیاہ ءُ را
آفاں نہ دارت بیتغاں
کگ وکرڑ جلاں سندھیناں
لوٹی باہراں وشتیغاں
لوٹ وت مہاریں جیداں
پٹوک رءُ وف رءُ مدگوراں
ڈوری پُڑ کماریں آفاں
شُشتّی و پری وھاداں
مارواڑی جمّاں نودنیناں
وھاو پہ قرار ءُ نیلنت
مڑدوے شہ حراسان ءُ آختگ

لیغارہ چادرہ و همبوئیں
بارے رودنانی گون انتئے
ھڑھیں مسیهیں بھنگانی
سرپار تندارى مک انت
پیغام گون انتے رندانی
تحقیقیں سلام شیرینء
نوداں شنزتہ گوناروء
دشت و دامن سنگ و چِرہ
سنیء نغورہ ھنبوئیں
نیساو ہزار پُرکیف انت
ڈورہ پُرانت وھمریزاں
رُوڑنت چو گتانی تاکاں
پچوٹنت چو کندانی برگاں
لڈھے مچنگ مال داراں
میشی و بزی و اُشکاراں
میڑدارء اسحاق ءِ بچاں
بُن بار لُٹگیں بانکاں
سرپار لڈنت گراچیاں
باتھڑی کنڈغ و تاکاڈمَہ
کونڈاں پروشتگاں زڈ دواں

ڈکاں گوں سترافیں قطاراں
کاٹکاں گوں حاریں پاداں
میش اژ درچّو سیر کنت
بُز اژ گوارڑغاں لعلیناں
رند اژ مسیدہ ءِ گندیاں
پاہ مال اژ پنیر و بونچاں
ماہری ژہ گوگُت و پرتاکاں
شیریں ءُ جتہ کل ئے سیر نیادیں
اڈّت مں ءُ زنک ءِ گیابیں رسیجاں
گوانک جت دل سریں دالُ ءُ
زیریت کدہ ئے میٹی ریگ ءُ
روت شکلیں نوک آناں
رندیت و مشیت ملگوراں
ملگور شتغنت مہلنج ءُ
گیت اپی دہ وتی چیار گُلّ ءُ
گُلّ ءِ بانزریاں بندیت
ششکانیں تغر دے نشتینتی
حُجلّ ءِ پلّو ءَ لیٹّینتی
دست ءُ جنت اودر برزی ءُ
کشیت لغزئیں آرین ءُ

پچکیں زان سرءَ ایرکنت
گندیت کہ وت ءِ گوناف ءَ
گریغ کُت حماریں پچال
انڑی ءَ رشنت سے چودرمال
جیغ رءِ سرکتیاں ءَ میز انت
بیا انت اے گہار جانی یُں
شیریں سومری چل وچپار
بیا انت وگورءِ ایر نندنت
شارءِ پلّو ءَ لیٹینت
پرسنت سے دل رءِ احوالاں
پرچے کنّل اِت کوردیم انت
سُہریں مانک وتیلا یاں
بریخ تئی بمبوئیں وتنزوانت
چم تئی کدہ ئیں انرزی انت
گریغ بیت وجناں تیلانکہ رنت
دیربیت اوجناں جوانیناں
بلال کنّل اول کوردیم بنت
سُہریں مانک اول نیل ءَ بیت
بریخ وبمبوئیں دنزوبنت
دوستی شمے لپکار نہ انت

آں مرُدکہ جن ءِ دوزواہ ات
سمرءَ راوات ترک ءَ را
دلیت حرگیں بدو عاباں
نیں دوستداراں شوءِ پہ کارنہ ات
دوستی ات ہما مسڑ دانی
سرتڑکاں مس "حربو" گوازیتہ
مس نامانی ہڑند ءِ شاعریں
سنج وا صطبلانی لانیں
بخت ءَ کہ جنیگ ءَ کُشتہ
دوست اُں تڑہ ہڑند ءَ گیتکہ
ڈنگ بنت جنک رندانی
ملانی پدءَ شیف ءَ بنت
کانیت چوکر گنڑ ءِ سرامان ءَ
نیکیں نیتاں گوں دیان ءَ
موراناں تڑہ کرمخاں سنداں ءَ
پٹنت گوادُغ ءِ لعل پھلاں
نیم مس جموٹیں جیغ ءَ جنت
نیم ءَ من کتل وسرحوشاں
نیم پہ سُتل ئیں قوں ءَ
سکیے پہ نیت ءَ میخیگا

چنت دماں وتی ھُشت ءَ کنت
ماں پاگُش ءَ رژه بداں جورِیناں
شیتی درز گبار جیڈیاں
دستاں پہ حدا بُرز آریں
کہ اللہ بیارہ تہ ملک دستیں ءَ
الیشی ءَ نہ، سوال ادلی ءَ
ست، سستق ءِ قوتی ءَ
لور پہ لماغاں شیری ءَ
بروت پہ منزلاں دیہ نیاں
بیارت داشتہاں میرنیاں
کیذاں میل ءِ شرماں بھرنیاں
نندو نیاد پت و ماتانی
دیماں شکلیں بے اتانی
روزی بات ملک دستیں ءَ
دیدار کش ءَ روز اول بات

ترجمہ نظم

گی میر سردار ہے اور گہرام میرا حاکم دوست
(گہرام) شہنشاہ ہے شاہی گھوڑوں کا !
جب تلوار میان سے نکلتی ہے
میں رلیش کی قسم کھاتا ہوں
کہ میری سیاہ گھوڑی دور کھونٹے پر بندھی ہے
نہ وہ دریائے سندھ کا میٹھا پانی پیتی ہے
اور نہ دزیری علاقے کی گھاس کھاتی ہے۔
نہ وہ اپنی چراگاہ کے لئے بے چین ہے۔
کیونکہ وہ گورخروں کا غول بالائی ڈھلوان ہے۔
اور درہ چھنوخ کے نزد گورخروں کا ہجوم

اور پانی کا چشمہ فوارے ابل رہا ہے
مچھروں اور صحرائی مکھیوں نے اسے برا فروختہ کر دیا ہے
کیڑے مکوڑے اسے سونے نہیں دیتے
اور غلہ بیچنے والے کی جٹ اس کی زبان گھائل کرتی ہے۔

ایک آدمی خراسان سے آیا ہے۔
اس کے کپڑوں پر گرد راہ بھی ہے

لیکن اس کی خوشبو شہریں ہے۔
مدار کا ہار اس کے ساتھ ہے۔
زین سے بوریاں لٹکی ہیں
قندھار کا خوشبودار عطر
ایک رند خاتوں کا پیغام لایا ہے۔
شیریں سے عشقِ صادق کا نام!!

شیریں کا پیام شروع ہوتا ہے

سُر[1] کے اوپر طوفانی بادل بہے
اور منگوچر کے ڈھلوان اور میدان پر (برسے)
اور سُبیِّ کی خوشبو دینے والی پہاڑیوں پر
نالے اتنے بھر گئے کہ بہہ چلے
پالی گون کی پتیوں کی طرح لرزاں ہے
لہریں بلدے ہوئے توں کی طرح جھکولے کھاتے ہیں
چرواہے واپس جانے کے لئے تیار ہیں
بھیڑ بکریوں کے مالکوں کی جانب
جو شہک کے اخلاف ہیں۔
عورتوں نے اپنی اپنی گٹھڑیاں باندھ لیں
شتربان نے ان کا سامان (اونٹ پر) لاد لایا
بھورے اونٹوں نے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے
وہ بھوتر اور ننگا ہو درے کے راستے پر ہو لیئے

[1] ایک درخت جس کی پتیاں جھلمل جھلمل، مدام لرزاں اور سیں رنگ ہوتی ہیں۔

مرد نکیل پکڑے ہوئے۔
اور عورتیں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے چلیں
بھیڑیں گھاس میں چھپ گئیں
اور بکریاں سرخ کھلے گل لالہ میں
رند لوگ اچھی طرح کاشت کی ہوئی گندم کے کھیت میں!
چرواہے رات میں لے
اور چشمے کے کنارے اُگنے والے گون کے دانوں میں
شیریں نے اپنا ننھا خیمہ
دُکھ کی ویران سرزمین میں نصب کر دیا
اس نے اپنی پیاری سہیلی کو پکارا
اور اٹھایا ایک مٹی کا کوزہ
وہ تازہ گرے ہوئے پانی کے ذخیرے پر گرگئی۔
اپنے بال مَلے اور کنگھی کی
وہ اپنے چوگوشہ خیمے میں واپس آئی
اور چاروں طرف سے اسے بند کیا۔
پھر ہاتھ تھیلے میں ڈالا
اور چاندی سا آئینہ نکالا
اپنے سڈول زانوں پر اُسے رکھا
اور اس نے اپنا چہرہ دیکھا۔

لہ۔ کالے کمبل کا خیمہ جو وقتی طور پر دھوپ اور روشنی سے بچنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے

اس کی حسین آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔
آنسوؤں عارض پر ڈھلک آئے۔
اور انگیا بھیگ گئی
اندر (خیمہ میں) اس کی ناکتخدا سہیلیاں آئیں
قبول صورت سہیلیاں جو تعداد میں چالیس تھیں
وہ آئیں اور اس کے پاس بیٹھ گئیں۔
اس کی سال پکڑ کر!
انہوں نے اس کے دل کا حال پوچھا!
"کیوں" انہوں نے کہا
جڑاؤ گہنے دور پڑے ہیں۔
تمہارا سرخ و نیلا لباس فرش پر پڑا ہے
بال الجھے ہوئے اور گرد آلود ہیں
اور نرگسی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہیں
وہ رو پڑی اور خود کو سہیلیوں سے چھڑانے کی کوشش کی!
" دور! دور!! بیبیاں! تم اچھی نہیں ہو
دور! میں کہتی ہوں سہیلیو! مجھ سے ہٹ کر بیٹھو!
میرے زیوروں کو دور پھینکو
میرے بالوں کی گرد آلود رہنے دو
مجھے تم جیسی سہیلیوں کی ضرورت نہیں۔
کیونکہ میرے دل کا جو دوست تھا۔
اسے ظالموں نے قید کر رکھا ہے۔

خدا غارت کرے ترکوں کو

ترک اسے ہرات سے بھی دور اٹھا کرلے گئے

اور دولت مند اصفہان کے پیچھے چھوڑ گئے!

اور اسے تیرہ و تار زنداں میں ڈال دیا

جو شہر میں ہے اور جہاں بہت سونا ہے۔

انہوں نے ایک غریب لڑکی حسرت لوٹ لی

اور اصفہان سے میرے محبوب کو دور لے گئے

(اور پھر)

جب رند لڑکیاں ٹولی ٹولی (چہل کرتی)

ہجوم کرکے ڈھلوان سے اترنے لگیں

جب ان کے ساتھ ساتھ عورتیں

دعائیں دیتی آہستہ آہستہ آئیں

انہوں نے کھلے ہوئے موڑ کا ڈنٹھل توڑ لیا

اور سُرخ گل لالہ چن لیا!

کچھ نے انہیں اپنی انگیہ میں اڑس لیا،

کچھ نے اپنے کانوں کی لوؤں میں سجا لیا۔

اور کچھ نے اپنی محبت کی علامت کے طور پر رکھ لیا!

میں نے بھی یہ تعلق خاطر ایک پھول توڑ لیا

اور زور سے مٹھی میں دبا لیا۔

تاکہ وہ اپنے بدترین دشمن سے محفوظ رہے۔

(اس کی بہنوں اور سہیلیوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہا)

خدا دوستین کو واپس لائے
اپنے حقیقی محبوب کے پاس
اس دوستین کو نہیں، پہلے کو

اے بھوری گھوڑی! دور، جنوب سے بہت دُور!
تیزی سے آ، لمبی منزلیں طے کرتی ہوئی
لا میرے آقا اور سردار کو!
تاکہ وہ اپنے محبوب سے ملے!
تاکہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ مل بیٹھے
آرام کرے، اپنے بھائیوں کی پر محبت محفل میں!
خدا کرے ملک دوستین آ جائے
خدا کرے وہ آئے، اور میں دوبارہ اُسے دیکھ سکوں!

(نثری اختتامیہ)

شیریں نے یہ گانا سنا اور پہچان گئی۔ وہ فرطِ حسرت سے چلا اٹھی۔
یہ ڈومب (گویّا) نہیں، دوستین ہے۔
تب لوگوں نے پوچھا "تم کون ہو؟"
تب دوستین نام دوسرے آدمی نے کہا۔ جب تم آ گئے ہو اور یہاں موجود ہو تو شیریں کو قبول کرو۔ اور شادی کے لیے جو کچھ میں نے خرچ کیا ہے۔ وہ تمہیں بخشتا ہوں [1]

---

[1] بلوچی متن کے لیے دیکھیے ڈیمز، بلوچی نامہ "ہتورام و مترجم ورلی"۔ ڈیمز نے غلام محمد اللہ جالی کی قرأت سے ۱۸۸۰ء میں مغربی شہالی فارسی اور رومن رسم الخط میں ریکارڈ کیا تھا اور منظوم حصہ ایم شہالی (گویّا) کی قرأت کا نتیجہ ہے جسے ۱۸۸۱ء میں ڈیمز نے قلم بند کیا۔

اس قماش کی بلوچی کہانیاں بے شمار ہیں اور ان میں سے بعض میں نہایت عمدہ شاعری کے نمونے ملتے ہیں ابھی ان سب کو قلم بند کرنے اور تنقیدی مطالعے کی ابتداء ہوئی ہے حسن رند اور شلّی بھی اس نوع سے تعلق رکھتی ہے کہانی کا خلاصہ ہے!

وہ ایک ایسی جٹ عورت شلّی حسن رند بلوچ کے حسن و جمال اور بہادری و دلیری کا تذکرہ سن کر نا دیدہ عاشق ہو جاتی ہے۔ وہ اُس سے شادی کی درخواست کرتی ہے۔ اسی اثنا میں حسن ٹھوڑا شلّی کے یہاں آتا ہے۔ اور اس پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ حسن رند بلوچ وہی ہے لیکن شلّی کا جذبۂ دروں اُس کے قریب میں نہیں آتا۔ اور وہ رُسوا اور خفا ہو کر شلّی سے رخصت ہوتا ہے۔ حسن ٹھوڑا شلّی سے کہیں زیادہ اس کے مال (اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے گلے) کا شیدائی تھا

حسن رند بلوچ کو جب شلّی کا پیغام ملتا ہے تو وہ اس سے شادی کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اور شلّی کے یہاں آنے کی تیاریاں شروع کر دیتا ہے لیکن اس کے گھر والے اور قبیلے کے لوگ اسے جٹ عورت کرنے کے ارادے سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کیا اپنے قبیلے میں حسین دوشیزائیں نہیں کہ غیر قبیلے میں شادی کی جائے!
لیکن حسن رند بلوچ نہیں مانتا ہے۔ اور وہ شلّی سے ملنے کے لئے تن تنہا گھوڑے پر سوار ہوتا ہے راستے میں اس کی مڈبھیڑ حسن ٹھوڑا سے

ہوتی ہے۔ حسن گھوڑا اور اس کے ساتھی اس پہ ٹوٹ پڑتے ہیں اور اسے قتل کر دیتے ہیں۔!

یہ خبر جب شلی کو ملتی ہے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے اور حسن رند بلوچ کے بھائیوں کو انتقام کی ترغیب دیتی ہے۔ اور حسن رند بلوچ کی بیوہ کی طرح باقی زندگی گزار دیتی ہے۔

تمام کہانی "نثر" میں ادا ہوئی ہے اس میں محض ایک نظم ہے جو شلی کے نامہ شوق کے جواب میں حسن رند بلوچ اسے بھیجتا ہے:۔

ع

کھایاں او کھایاں شلی !
نادیتغیں بیلی منی ا
براتاں پہ منت داشتغاں
جت یُں خال پہ جو دڑی
سیالیں جناں پہ موہری
رندیں جناں پہ ہار ودی
تیغی ! منی تیغ ءَ بہ سج
موجی ! منی کونشاں بہ روچ
کھتری منی جان ءِ گداں
چو زر رندیں صابین بہ جن
صابین جن تہ بیارش دم ءَ
براتاں من زیراں محمد ءَ
بوراں کچینی مہلو ءَ
عالی ءَ زرستیں گھر ءَ

ہلو منی لولہ ءَ سوہریں
مولہ اچ ہیرءَ درپتھریں
ہارون برات منی ہُستریں
کلاں کسان و مستریں
منی مہلوءِ واگ ءَ مہ گر
بل او پرغس گیرو منخنا
پیغام شلّیءِ آتکغاں
پیغام و ہمبوئیں سلام
آڑتغاں راتی سڑدماں
منا دیغرءَ سریتغاں
من ایوک ءَ بان دُو اں
من ایوک ءَ بان دُواں
پہ لعلیں شلّیءِ گندنا
من گوں صدءَ بان درواں
پہ دربی شلّیءِ گندغا
من گوں وہ بان دردراں
مَن پہ شلّیءِ گندغا!

(ترجمہ)

شلّی: میں تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔
تم میری اَن دیکھی محبوبہ ہو!
میرے بھائیوں نے مِنّت سماجت کرکے مجھے روکا ہے۔

جت عورتوں نے جھولی پھیلا کر مجھ سے محبت کی بھیک مانگی ہے
اپنے قبیلے کی بڑی بوڑھیاں ہیں نے تنبیہ کی ہے کہ اس ارادے سے
باز آجاؤں
(یہاں تک) رند خواتین نے اپنے دوپٹے گلے میں ڈال کر تمہارے
پاس آنے سے روکا
اے لوہار! میری تلوار کی دھار تیز کر!
اور اے موچی! میرے لئے زری کا جوتہ تیار کر
اے دھوبی! میرے لئے کپڑے خوب صاف کر اور جلد تیار کر لا
بھائیوں میں سے محمد کو ساتھ لوں گا۔
اپنی گھوڑیوں میں سے اچھی ہملو کو لے کر چلوں گا۔
اور ساتھ ہی عالی رند کی تلوار بھی اٹھاؤں گا
اچھی ہملو، مولھ کے مقام سے اچھی طرح واقف ہے۔
مولھ یہاں سے کچھ دُور ہے۔
ہارون! تو میرا چھوٹا بھائی ہے۔
لیکن باقی بھائیوں سے بڑا ہے۔
تو میرے ہملو کی لگام مت پکڑ
مجھے پیچھے سے مت پکار کر یہ بدشگونی ہے۔
شتی کے پیغام آئے ہیں۔
وہ خوشبو میں بسے ہوئے ہیں
انہیں جو راہگیروں کے مجھ تک پہنچایا ہے
اور یہ عصر کے وقت پہنچے ہیں۔

اب میں تنہا پیاری شلّی کے پاس پہنچ جاؤں گا۔!
اگر کوئی میرے ساتھ آئے تو بہتر۔
ورنہ مجھے بہرطور شلّی کے پاس جانا ہے۔
میں وہاں ضرور جاؤں گا۔[1]

میں "تسددر" کا بھی پلاٹ اس سے ملتا جلتا ہے اور اس کی بھی جان ایک نظم ہے جو سدّو اپنے منگیتر کو بھیجتی ہے اس کہانی کا خلاصہ یہ ہے۔

سال ءِ دو شش ماہ گوستگنت
گاۓ و پیداگ نہ بے
گورگیں گرانڈ پیر بوتگنت
کپورتیں کو اُٹ رِنش بوتگنت
آرت ورشتگیں نیش کپتگنت
کوگان و کرماں وارتگنت

ترجمہ

اُسے دوستوں سے الگ لے جا کر پیغام دے

---

[1] حسن رند اور شلّی کا معاشقہ" مصنف کامل القادری مطبوعہ" خاور" ہفت روزہ کوئٹہ مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۵۳ء نیز دیکھئے۔ بلوچی لوک کہانیاں" مرتبہ عبدالرحمان غور۔ مطبوعہ مکتبہ" رباں" مستونگ ۱۹۶۹ء ص نمبر ۵۲، ۱۲۵۔

کہ اُسے بدعہد کیا
تونے دس دن میں واپس آنے کو کہا تھا
اور دو سال گزر جانے کے بعد بھی نہ آیا
حالانکہ جن بھیڑوں کے ننھے بچے تھے
وہ اس طویل عرصہ میں بوڑھے دبنے ہوگئے
اور اونٹوں کے نوزائیدہ بچے
گنا کھانے لگے
اور جو آٹا پیس کر رکھے گئے تھے
ان میں کیڑے پڑ گئے !!

دو سال کے اندر جو تبدیلیاں ہوئی ہیں انہیں کتنی خوبصورتی اور واقعیت کے ساتھ سدّو کی زبان سے شاعر نے ادا کرایا ہے جس میں سادگی بھی ہے اور پرکاری بھی اور ایک خاص تہذیب کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔

بلوچی زبان میں اس نوع کی کہانیاں بے شمار ہیں اور ان میں کہانی کے پلاٹ سے کہیں زیادہ جاذب نظر منظوم پارے ہوتے ہیں۔ جن میں گردشِ روزگار کے باوجود قابلِ ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان سب کو ریکارڈ کر لیا جائے۔

الھڑ دوشیزہ اور گھبرو نوجوانوں کی کھنکتی گفتگو

فضا بدلتی ہے۔ منظر بدل جاتا ہے تو گیتوں اور بولوں کا لہرا بھی بدل جاتا ہے۔ یہ بیٹا اور بیٹی جیسے ماں لوری دے رہی تھی۔ اب صبا خمار آفرین اور خوشبو بھری مدھر فضا رومان انگیز ہے۔ پرندے مدہوشی سے نغمہ سرا ہیں۔ بھیڑیں منمناتی دوڑتی چشمے کی طرف لپک رہی ہیں۔ چرواہا گنگناتی آبشاروں کے خنک آبجو سے اپنے مشکیزہ میں پانی بھرنے لگتا ہے۔ سبز پوش کہسار کی چوٹی سے ایک الھڑ دوشیزہ چھیڑ خانی کرتی ہے تو آرزوں کا ہجوم چرواہے کے دل کی سرکوبی کو نکل پڑتا ہے، اور پھر دونوں کی کھنکتی گفتگویوں ڈرامے کا روپ دھار لیتی ہے

جننک : بیا منان ونگان ایرکن او اسپیت چادری

بچک : من ترا ونگان ایرکنان ، سہر بشکیں جننک
من ترا ونگان ایرکنان مزد ءَ چے دئے !

جننک : یادیاں ہار ءَ یادیاں دست ءِ سنگو ءَ

بچک : چوں کناں ہار ءَ چون کناں دست ءِ سنگو ءَ
شیپگیں پونز و سنگیں مہپرے

جننک : شیپگیں پونز شنگیں مہپر چو دست ءَ تراتیت
زامری ترنجے بال اد ونگان آبشان

بچک : سرہی ملخے بال تئی سرچیٹراں چراں

جننک : نودی سنگگے بال اد من کوہ ءَ سرچال

بچک : تنی یئں صیدے باں تئی لوک آپاں وراں

جننک : پنڈی دانے باں او بہ بڑے ءُ رچاں

بچک : سبز کپوت مرغے باں ترا زیت پہ سنٹ چناں

جننک : ریچ ءِ گوشے باں ادریچاں واب کناں

بچک : من شپانک مردے باں ترادست سٹے جناں

جننک : بیرہی پاگے باں مں سالونک ءِ سرءُ

بچک : چنگ جنیں ڈوبے باں ترا پہ داد براں

جننک : محتاج ءِ بچے باں او پہ محتاجیں دل ءِ

بچک : ملکوت مردے باں ترا زیت پہ مرک ءُ براں

جننک : دل منی شیت کر دے منا بازیں وشی ءُ

من تئی بالوزاں بیا سہری کلہ ءَ

(ترجمہ)

لڑکی : ذرا رک مجھے اس بلندی سے اتار آکے

اے جانے والے!

لڑکا : تجھے میں اتار دوں، یہ منظور - اے شعلہ پوشاک!

لیکن مجھے اس کے بدلے کیا مل سکے گا - ؟

لڑکی : تجھے یہ اپنا ہار یا اپنے ہاتھوں کا سنگھی ہی میں دے سکوں گی

لڑکا : مجھے ہار یا تیرے ہاتھوں کے سنگھے سے کیا واسطہ،

میں تو شیدا ہوں نازک کٹار ایسی ناک اور پھنکارے گیسوؤں کا

بچک : تنی یئں صیدے باں تہئ لوک آپاں وراں

جنک : پنڑی دانے باں او بہ برٹے ءُ رچاں

بچک : سبز کپوت مرغے باں ترا زیت پہ سنٹ چناں

جنک : ریچ ءِ گوشے باں اوریچاں واب کناں

بچک : من شپانک مردے باں ترادست لیٹے جناں

جنک : بیریں پاگے باں من سالونک ءِ سرءُ

بچک : چنک جنیں ڈوبے باں ترا پہ داد براں

جنک : محتاج ءِ بچے باں او پہ محتاجیں دل رءُ

بچک : ملکوت مردے باں ترا زیت پہ مرک ءُ براں

جنک : دل منی شیت کر دے منا بازیں وشی ءُ

من تہئ بالوزاں بیا سہری کلہءَ

(ترجمہ)

لڑکی : ذرا رک مجھے اس بلندی سے اتار کے

اے جانے والے!

لڑکا : تجھے میں اتاروں، یہ منظور - اے شعلہ پوشاک!

لیکن مجھے اس کے بدلے کیا مل سکے گا - ؟

لڑکی : تجھے یہ اپنا ہار یا اپنے ہاتھوں کا سنگھ ہی میں دے

سکوں گی

لڑکا : مجھے ہار یا تیرے ہاتھوں کے سنگھے سے کیا واسطہ،

میں تو شیدا ہوں نازک کٹار ایسی ناک اور

چھنکارے گیسوؤں کا

لڑکی: سُر ایسی ناک اور ہراتی زلفوں کا پانا
اس قدر کیوں ہے آسان جانا ؟
میں تیرے ہاتھ کب آؤں گی۔
میں تو چھپ جاؤں گی، اونچی ٹہنی کے پتوں میں بن کر ترنج
لڑکا: چاٹ جاؤں گا، بن کر پہاڑی ملخ، سبز پتوں کا جھنڈ
لڑکی: اور گر میں برسنے لگوں دامن کوہ میں،
بن کے ہلکی پھوار ؟
لڑکا: ایک پہاڑی ہرن بن کر پی جاؤں گا۔
آب شیریں تیرا
لڑکی: اور اگر جوار کا دانہ بن جاؤں میں
جو پڑا ہو کسی خشک میدان میں ؟
لڑکا: بن کے صحرا کا پنچھی اچک لوں گا میں
لڑکی: اگر بن کے خرگوش ہو جاؤں میں، جھاڑیوں میں کہیں ؟
لڑکا: بن کے چرواہا لاٹھی کی ضربوں سے میں تجھ کو چونکا دونگا۔
لڑکی: اور اگر بن کے میں ایک پگڑی سرنوشتہ پہ بندھ گئی ؟
لڑکا: تو میں ایک گاٹک بونگا۔ تجھے دادِ فن کے عوض مانگ لوں گا
لڑکی: اگر یہ کہوں کہ میں ہوں بے آسرا باپ کی ایک مجبور لڑکی ؟
لڑکا: تو بن کر فرشتہ اجل کا تجھے لے اڑوں گا میں ان آسمانوں
کی پہنائیوں میں
لڑکی: مجھے تیرا پیار اور تیرا یقین دیکھ کر

ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ شہنائیوں کی گونج اٹھی ہو
اور ہر طرف ایک ہنگامہ رقص و آہنگ ہے۔

آرزوؤں کی الجھنوں کا بیان

پر سکون ماحول اور مشکبو فضا ہے۔ بھیڑیں خنجک کے گھنے خنک سائے میں آرام کر رہی ہیں، چرواہا 'کرنو' کی (خشت نما) روٹی کھانے کے بعد غمِ نگار و غمِ کائنات سے بے نیاز ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگائے سستا رہا ہے۔ چٹانوں کے باریک دراڑوں سے چشموں کا پانی رس رس کر گر رہا ہے اور پھر یہ قطرے یکجا ہو کر ایک شیرین آبجو کی شکل میں خراماں خراماں دور کہیں ایک حسین وادی میں جا کر شادابی کرتے ہیں۔ وہ نیم وا آنکھوں سے جنت حسین کا نظارہ کرتے ہوئے آرزوئے دل کی الجھنوں اور کشمکشوں کو اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ اس کی وسعت فکر و آگہی، قوت متخیلہ اور اس کی طبع رسا کی اڑان کہکشاں، چاند اور قوس و قزح کے پیکر تراشتی چرخ نیلی فام کو جھلملاتے ستاروں کے جھومر پہناتی ہے۔

منی دل جوڑتہ ڈیل ءَ تنئے
بیئے تو آسکلوپٹ ءَ چروکیں
من تو پچی بال پہتادءَ گروکیں
بیئے تو بارکیں تازی بتوکیں
منی زوار بال، چابک جنوکیں
بیئے پھلے کرس بٹ ءَ ردوکیں
منی تیتنگ مکک دم دمر کنوکیں

ہمو چھل ءِ دپ ءَ داس ءَ گرد کیں

★

توے چاردہی ماہ من تئی ماہ گراں
توے روچ نیمروچ ، من ایرلواں
توے گردگیں بگ ، من گھوڑواں
تو حاکاں لیٹے ، من تئی جتراں
تو پاداں شپادے ، من تئی لتراں
تو سیاہیں سیاہ مار من حوگی سراں
منزاں جناں من دست ءَ گراں
توے آف ماہی من تئی کنڈواں
توے نیلغیں کنب من تئی تاروال
توے کوہ کابن من تئی شکرباں

★

اِمل ماہ رِ برجے من سیاہیں شپاں
اِمل گردگی رِ چپلیک ، من کہکراں
اِمل زخم رِ چڑکیں من گو پگاں

(ترجمہ)

اے حسینہ !

میرے ہی دل نے تیرا قدو قامت تراشا ہے
اب اگر تم - میدانوں میں چرنے والی ہرنی بنوگی

تو میں ۔ شکاری بن کر تیرا پیچھا کروں گا

اگر تم صبا رفتار گھوڑی بنو گی
تو میں ۔ اس پر چڑھ کر چابک لگانے والا سوار بن جاؤں گا

اگر تم ۔ صحرا میں کھلنے والا پھول بنو گی
تو میں ۔ اس چوسنے والی شہد کی مکھی بن کر
اس پھول کے منہ کا بوسہ لیا کروں گا

★

اگر تو چودھویں کا چاند ہے، تو میں چاند گرہن ہوں
اگر تم نیمروز ہو ۔ تو میں غروب آفتاب ہوں
اگر تم اونٹوں کا تندرگلہ ۔ تو میں گھڑسوار ہوں
اگر تم زمین پر استراحت فرما ہوتی ہو ۔ تو میں
تیرے لئے آرام دہ فرش بن جاؤں گا۔
اگر تم برہنہ پا پھرو گی ۔ تو میں تیرے پیروں کا پیزار بنوں گا۔
اگر تم کالی ناگن بن جاؤ گی ۔ تو میں جوگی بن جاؤں گا۔
اور سریلی مرلی بجا کر تجھے ہاتھ سے پکڑ لوں گا۔
اگر تو مچھلی بنے گی ۔ تو میں مچھیرا بن جاؤں گا۔
اگر تم گہرا جھیل بنو گی ۔ تو میں تیراک بنوں گا
اگر تم پہاڑی کبوتر بنو گی ۔ تو میں عقاب بنوں گا۔

★

اتل اگر ۔ چاند کی روشنی کا مینار ہے ۔
تو میں ۔ کالی رات ہوں
اتل اگر ۔ بجلی کا کوندا ہے

تو میں ۔ کالی گھٹا ہوں

اِل اگر گرنے والی تلوار ہے، تو میں اسکو رد کرنے والا کندھا ہوں

حسنِ سیرت کے نقش ورنگ

حسین چشموں کے ترنم سے ہم آہنگ اور شوخ و چنچل آبشاروں کے نغموں کی لے میں حسنِ صورت کے گیسوؤں کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ کہساروں کے باسی حسنِ سیرت کے بھی نقش ورنگ کے مہکتے ہوئے نغموں سے غیرت و حیا کو عروسی پیرہن پہناتے ہیں۔ دیکھئے سرزمین حسن کا سینچا ہوا سروقامت اور پاکدامن مہناز اپنے پاکیزہ جذبات شعری پیکر میں کس طہارت اور لطیف انداز میں بیان کرتی ہے۔

من ہما انجینئر اُن پتن تاکیں
ہرز ہا کوٹانی سر ءَ رستہ
گیشتر ہما گیش سرشان بیتہ
من ہما جیناں گر و گنڈی
ڈکن رءِ گوات کہ اچ کورے کشیت
آسر ءَ ورشکانی سراں چنڈیت
سرمنی پچ گوات ءَ نہ چنڈینتہ
ٹُن منی پچ ہور ءَ نہ میسینتہ
جیگ منی جانیں عومر ءَ لبتہ
گورے گندیت یا عومرئے بوجیت

★

(ترجمہ)

میں چوڑے پتوں والے انجیر کا — وہ درخت ہوں
جو بلند ترین کہساروں کی چوٹیوں پر اگتا ہے

یا —
اکثر شاداب گھاٹیوں اور سبز چٹانوں کے دامنوں پر لہلہاتا ہے
میں دشوار گذار چٹانوں پر اُگا ہوا — وہ سرسبز درخت ہوں

کہ —
جب جنوب کی تیز ہوائیں چلتی ہیں

تو
تمام درختوں کے سروں کو جھکا دیتی ہیں
لیکن
میرا سر کوئی ہوا بھی نہیں جھکا سکتی

اور
کوئی بھی برسات میرا تنا نم نہیں کر سکتی
میرا گریباں اس بلند مرتبہ عمرا شوہر نے باندھا ہے۔
اب صرف وہی اسے کھولے گا۔
یا پھر قبر میرا بدن دیکھے گی۔

اشک لہو رنگ

سُنا ہے کہ بی بی حوا اور بابا آدمؑ نے بھی ہجر و فراق کی دوزخ میں جلتے ہوئے اپنے گریۂ پنہاں کا اظہار کیا تھا۔ اور یوں ازل سے انسان کے مقدر میں غمِ جاناں کو خضرِ جان بنایا گیا اور پھر اس درد کے لئے یہ دوا تشخیص کی گئی کہ جب کسی کا رنج و الم انتہا کو پہنچ جائے تو اس وقت اس کے دل کی گہرائیوں سے الفاظ و آواز کی صورت میں ایسے دھکتے ہوئے نغمے ابھر آئیں۔ جن کی دکھ بھری لے اسکی مونس و غمخوار بنے اور اس کے بیتاب دل اور مضطرب روح کو سکون پہنچائے۔

وہ دیکھئے سنگدل و سنگین بدن کوہستانِ مری کی بیٹی سیمک کی اداس پلکوں پر بھی تارے جھلک رہے ہیں، وہ آدم کے بیٹے اور اپنے رفیق حیات نتھا کے دائمی فراق کی ظلمت میں آنکھوں میں ختم نہ ہونے والی اداسی لئے دکھ کے عرشے سے دل میں انگارے بھر کر آنکھ سے لہو بہاتے ہوئے منتشر گیسوؤں کے ساتھ اپنے تڑپتے بلکتے جذبوں اور سوز و گداز کی لہروں میں آنسوؤں کی فصل بو کر اُجڑتے ہوئے چہروں پر بھی اشک لہو رنگ بگولوں میں ڈھال رہی ہے۔

شہ مُجاں ایتنے سرِ کشیت
بر زشہ ماران ءِ بکیں کوہ ءَ
لمکر شتے نتھا ءِ بیر میں پاک ات
جینھر تئی انبوئیں گلالک آں

قرپ نئی سورتیں جاہ ءِ تیراں
شپ گردک، میاں گوہریں تیغ انت
دریں شےلّ ءِ سیمریں واگ انت
گرندتھا ءِ تُوپک ءِ گوانک انت
تاہنی نوداں گون شما عرض انت
گُڑّہ صحاوانی زیارتاں گوارت
یک دمے موسنجاڑ و کنٹے تریاں
درکپیت ننگو دروشمیں نقشا
گال بوں بیت گوں تاہنی نوداں
شما کئی تنی ئیں دل ءَ کائُت
شما کئی چمّ ءُ گریتگیں ارس ئُت
شما کئی منّت ءَ من ءَ مینّت
چو جواب داتہ تاہنی نوداں
سیمک ءِ تنّی ئیں دل ءَ کاؤں
سیمک ءِ چم ءِ گریتگیں ارسوں
ماچنے ویراں گونگ ءَ دیتہ
یہ ترے نتھا ءَ گنوخ بیتہ
رنگ چو آسانی پُرہ ءَ بیتہ
بچک سیگار انت وتی لوراں
کارنت میئے کلاآنی سراتاشاں
ہترغیں راہنڈو دی منارلیف انت

دیروے ورناں گھبین یکے
دیرو ءِ ورنا کل منی براتاں
آنکہ منی عاریفنیں پت ءُ جاہاں
منی چنڑ ءُ نتھاآں ماں مہیمان انت
پہ نساں کاریت چیٹ وچنی آں
مہر منی چنی آں زہیت بانار
پادمس لہڑی زنگگیں سرشاں
چتوں پہ سیاہیں صیر منغ ءُ سکھاں
ما وتی جنگ پہ نہتے بستہ
مرک گیشیت یاسور ہیں نتھا

ترجمہ:

کوہ ماران کی بلند چوٹی سے اور کالی گھٹا کی دھند سے وہ جو سفید بادل اُبھر رہا ہے ـــ وہ گھبرو نتھا کی سفید دستار کی مانند ہے۔ موسلا دھار بارش اس کے کیس کے مشابہ ہے اور یہ بوندیں اس کے ترکش کے برستے تیر، کوندتی برق اس کی شمشیر برہنہ جیسی ہے دھنک اس کے سشہ زور گھوڑے کی لگام جیسی ہے ـــ،

اے پُر آب بادلو! تم سے میری یہ التجا ہے کہ تم بزرگوں کے اور اصحاب کی مزارات پر برسو۔ اے پھوہار برساتے بادلو! ـــ ذرا تھم جاؤ تاکہ ـــ حسین نتھا کا دیدار نصیب ہو، جب وہ تم سے گویا ہو جائے اور یہ کہے کہ

"تم کس دل تشنہ سے ہو کر آرہے ہو۔ تم کس کی اشکبار آنکھوں

کے آنسو ہو؟ اور تم کس کی احسان گذار ہیں یوں برستے ہوا!

تو پھر ـــــ تم ان سے سہنا کہ

" ہم سیمک کے سلگتے دل سے پھوٹے ـــ اور ہم اسی کی دیدہ

کے اشک رواں ہیں۔ ہم نے ایک عورت کو ویران اور تڑپتے ہوئے

خون کے آنسو روتے دیکھا ہے۔

جو ننھا کے آتش ہجراں میں جل کر خاکستر ہو گئی ہے،

اس کا دل افروز رنگ خاکستر بن چکا ہے۔

دگاؤں کے) لڑکے بارے اپنے گھوڑوں کو سنوار کر

ہمارے گھر کے قریب سے دوڑا کر نکل جاتے ہیں۔

رگاؤں کی) چرب زباں بوڑھیاں مجھے فریب دیتی ہیں

گاؤں کے جوانوں سے کسی ایک کو منتخب کروں

گاؤں کے سارے جوان میرے بھائی ہیں

اور میرے بزرگوار باپ کی جگہ پہ ہیں۔

میری دانست میں ننھا اب بھی کسی دور دراز مہم پر گیا ہوا ہے

لوٹ کر میرے لئے اچھی اچھی پوشاک لائے گا۔

رحیف کہ) میرا سراب خوبصورت اوڑھنی کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔

اور لہڑی کی رنگین جوتی نہ بھائے گی

یہ (اداس) آنکھیں سرمہ کے لئے ترستی رہیں گی

ہم نے اپنے مچلتے ارمانوں کو بمشکل گریباں میں قید کر لیا ہے۔

موت اسے کھوئے گی یا جیالا ننھا کھوئے گا۔

بلوچی عظمت کے عروج وزوال کی داستان نغموں کی زباں

پورے چار سو سال پیچھے ماضی بعید میں جھانک کر دیکھیے۔ ان سنگدل وسنگین بدن کوہساروں کے شہباز صفت بلوچوں کے یک وقت عروج و زوالِ اورخوشحال و تباہی کے ملے جلے ادوار ہیں وہ بہاروں کی طرح سیستان سے خان گڑھ رجیب آباد تک پھیل جاتے ہیں اور تین طاقتور جتھوں میں بٹ کر سرسبزوشاداب وادیوں میں بستیاں آباد کرتے ہیں۔ قلات۔ سیوی اور گنداواہ میں پرعظمت قلعے تعمیر کرکے زمانے میں ستاروں کی طرح چمکنے لگتے ہیں، صدیوں کی رزم آرائی، انتشار اور بے خانمانی کے بعد پہلی مرتبہ امن وآشتی شادکامی، خوشحالی اور قابل رشک پُرمسرت زندگی سے ہمکنار ہوتے ہیں اور پھر متمدن اور صحت مند معاشرہ کے قیام کے لئے ایک قصر ثقافت تعمیر کرتے ہیں۔ جس کی روایات مختلف ٹکڑیوں کو قبیلہ کی کڑی میں پرو کر انہیں یک جہتی کی طرف کشاں کشاں لے جاتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں کچھی کے خوشگوار موسم میں جھلاوان کے لوگ درّہ مولا، سراوان کے قبائل بولان اور زیریں علاقوں کے لوگ چاکر تنگی سے چل کر کچھی کے وسیع میدان میں کھچا کھچ آنے لگتے ہیں۔

کچھی، جہاں ان دنوں ہریالی چھائی ہوتی تھی دشت و دامن لالہ آفرین گل و لالہ کی خوشبو سے مہکتے تھے۔ بے رونق صحرا و بیابان لہلہاتی کھیتوں کی سبز چادر اوڑھ کر پُرکیف و دلنواز بن جاتے تھے۔ مسرتوں کے گلشن کھلتے تھے اور اس مست فضا میں امنگیں سے لگتے اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ سبز صحراؤں میں خوشیاں گنگناتے ہوئے چرتے پھرتے تھے۔ اور پھر کاشت و برداشت کے بعد یہ تمام کچھی کے چوراہے، سیوی کے مقام پر قلعہ چاکر کے سایہ تلے اپنی زرعی پیداوار اور مویشیوں کی خرید و فروخت کے لئے جمع ہو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ مقام ایک بہت بڑی اور مستقل منڈی کی صورت اختیار کر جاتا ہے، جہاں ہر سال موسم سرما میں لین دین کا بازار گرم رہتا تھا۔ بلوچ شاعر بکھر لاشاری کچھی کا اس طرح ذکر کرتا ہے۔

کچھی نہ پرآمے مناں
شُہر کنے تو ہو شغاں
سُورتی وال گنجیں مسفر دی
دَرستاں منی سوز و جوات
دوراں بلوچ دھیلتغ انت
چاکرد گوہرام پروشتاں
ہوتاں پرے لاف سیرجاں
پہیل گوں ہروناں داتغاں
تُرکاں منی برات بنگوئیں

بامی مراں ایر گپتغاں
لجمیں دو یا ہاں وگیتغاں
نز آتغاں قوم ءِ تہار
چنڈی صد و چنڈی ہزار
صحبی بلوچ ڈاہ دا رتغاں
صحب ءَ دال دھنزے دیگراً
ہوت و مزاں گواتیں سغر
تیغاں کرمل رتغاں

ترجمہ

کبھی دیکھنا مجھے فریب نہ دینا
تیرے خوشے سُرخ ہوتے ہیں
سُورتی سے خوشحال منڈی تک
یہ سب زمینیں میری گھوڑی کے لئے جو لولی تھی
وقت نے بلوچوں کو سہما دیا ہے
اس لئے کہ چاکر اور گورام آپہیں ٹکرا گئے تھے
ہوت اسقدر خوشحال تھے کر
فیل معہ ہودوں کے انعام میں دے ڈالتے
(مگر) ترکوں نے میرے گھبرو بھائی
اونچے محلات سے اتار ڈالے
سست رو دریا سے پار لے گئے
قوم کے عظیم رہنما جمع ہو گئے۔

چند سو نہیں، ہزاروں کی تعداد میں
صبح جب بلوچوں کو اطلاع ہوئی
صبح سے جھٹ پٹے تک
چہرے اور معزز سر
تلواروں نے گنّے کی طرح کاٹ ڈالے

ایک ایسے ہی شوخ و شاداب نظاروں کے موسم میں حسب معمول کچھی کے لوگ سیوی کی منڈی میں جمع ہو جاتے ہیں۔ جہاں گبرو جوان چاکر ماڑی کے سامنے نشانہ بازی شہسواری اور کشتی کے ذریعے اپنی طاقت اور مردانگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چاکر اعظم اس گہما گہمی، تفریحی کھیلوں اور میلہ نامنڈی سے متاثر ہو کر اسکو مزید دلچسپ اور ہمہ گیر بنانے کے لیے ایک بہت بڑے قبائلی اجتماع کا اہتمام کرتا ہے۔ بہترین مویشیوں، بیمثال نشانہ بازوں اور قابل رشک شہسواروں کے لیے انعام و اکرام کا اعلان کرتا ہے۔

سردار کی دعوت پر رندو لاشار سمیت پوری قوم کشاں کشاں سبی میں سمٹ آتی ہے اور ایک شان سے دستار باندھے قبائلی سردار و وڈیرے اور چھیلے جوان تیر بازی اور چاپ و سرود کے بعد میر مجلس چاکر کے گرد ہالہ کیصورت میں کچہری لگائے بیٹھے اور مشروبات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ شجاعت و مردانگی کی خمار آفریں محفل پر شباب سایہ فگن ہے۔ اُدھر گھُڑ دوڑ کا اعلان ہوتا ہے اور پھر رند و لاشار کے شہسوار اپنی تازی گھوڑیوں کو برق رفتاری سے

دوڑ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
ریحان رند کی گھوڑی سب سے آگے نکل جاتی ہے۔ اس کے چند قدم پیچھے رامین لاشاری سر دھڑ کی بازی لگائے گھوڑی کو ایڑ دیتے ہیں، عین موقع پہ دونوں یکجا ہوتے ہیں تو منصف پکارا زور سے چلاتا ہے "ریحان رند جیت گیا۔ انسانوں کے اس سیلاب میں صدائیں اٹھتی ہیں، ایک طرف رامین جیت گیا۔ اور دوسری طرف ریحان جیت گیا، کے فلک شگاف نعروں سے قلعہ چاکر کے در و دیوار ہلنے لگتے ہیں تو سردار اعظم میر چاکر خان اعلان کرتا ہے کہ "انصاف" کا تقاضا یہ ہے کہ ریحان رند کی جیت کو مان لیا جائے۔

سردار کے اس فیصلے سے برافروختہ ہو کر رامین لاشاری چل نکلتا ہے اور اس کے پیچھے تمام لاشاری گھوڑے دوڑاتے روانہ ہوتے ہیں۔

رند کے علاقہ میں فصلوں کو روندتے اور سامنے آتے مال مویشیوں کو تہ تیغ کرتے لاشاری گنداواہ چلے جاتے ہیں۔ شعروں میں یہ بیان اس طرح ہے۔

نچکے رندو کے لاشاری
اے دوئیں پرتاں پہ وشاں یاری
گجر و ترند بور ءَ سینگاری
کاری پہ ھلکانی گور ءَ داری
بانگ ءَ لاشاری پرے جیر ءَ
کاتکاں داں میری چاکر ءِ شہر ءَ

دیتہ گنت موچی ءِ جنتک فنبریں
نشتہ ءَ مس حیمو ءِ سایہ
بیارے شار سیحان ءِ گوبریں سیاہ ءَ
تاشوں بوراں پہ توکلے شاہ ءَ
من ہمے ئل ءِ مہولاں نندان
گواہی ءَ دیتاں پوڑیں رنداں
ریحان ماں ئل ءِ مہول ءَ نشتہ
بجنگنت گولانیں تلیں تازی
دھنز پہ آسمان ءَ بشتہ مُہزا
بور نشتے ہردو براور ءَ کاتکاں
پادملوکانی ہمسر کیفی ءَ
ری بندگرل ری بند ءَ ہواری ءَ
دُروہ کنت رنداں پہ ہنر بازی
گوستہ ریحان ءِ درم گوریں تازی
پہ گوشنگ راہیں نہ بیت راضی

ترجمہ دو جوان تھے، ایک رند، دوسرا لاشاری
ان دونوں میں گہری یاری تھی۔
گبھرو جوان منہ زور گھوڑے رکھتے تھے
اور انہیں گاؤں کے قریب لایا کرتے تھے
ایک صبح لاشاری سیر کرتے ہوئے
سردار ریرا(چاکر کے شہر (سبی) آئے

جہاں ایک موچی کی حسین دوشیزہ دیکھی
جو خیمے کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھی
آؤ ریحان کے تنومند سیاہ گھوڑی لے کر
تا کہ خدا کے آسرے پر گھوڑے دوڑائیں
میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا ہوں
تم سب رند گواہ بن کر فیصلے دینا،،
ریحاں گھوڑی کی پیٹھ پر بیٹھا
صبا رفتار عربی گھوڑے حرکت میں آئے
دھول آسمان تک جا پہنچی
بظاہر دونوں گھوڑے برابر آ رہے تھے
شہزادوں کے رکاب ایک دوسرے کو چھو رہے تھے
اگاڑی اور پچھاڑی ایک دوسرے سے ملی ہوئی
(اس مرحلے پر) رندوں نے دھوکے سے کام لیا
(اور فیصلہ دیا) کہ ریحان کی سجی ہوئی گھوڑی جیتی ہے
مگر اس فیصلے سے رامین مطمئن نہیں ہوا۔

اس سلسلے کی ایک نظم یوں ہے

وسیغ ءَ جواں ایں ملک بلوچی
چاکر و گوا ہرام نشتغ آں ڈڑیں
جوئے میلاں ءِ کور مزن مڑیں!
باز کمیں ءِ وارثی مان ایں!

پہ شذی یئں ہمسائغاں جوان ایں

ڈومبکیانی تنگوئیں شان ایں
ڈومبکی گفتاراں مزن مرآں!
گیشتر شہ سہرو تنگواں شرآں

ہر کذاں ڈومب اکھاں جرآں
رہنے بسنے کے لئے بلوچوں کا ملک
خوب ہے۔
اس میں میر جاکر اور گواہرام ایسے
نامور آباد ہیں
مولہ کی بڑی ندی میں
بہت کم لوگوں کو ملکیت حاصل ہے
یہ غریب ہمسایوں کے لئے غنیمت
ہے۔
ڈومبکیوں کی شان کے کیا کہنے
ڈومبکی قول کے دھنی ہیں
ان کی اکثریت زرِ خالص سے بہتر
ہے۔
ڈوم (میراثی گویّے) گاؤں گھومتے
پھرتے ہیں۔

دشدلی ءَ من ملکءِ دیواناں من گوڑءَ شیفی پہ پغیں شاغءَ	ہر بستی اور ہر محفل میں شادوخرم گلے میں پر پگ کی لکڑی سے بنا ہوا تنبورہ گلے میں ڈال کر۔
دست شیفیت پہ سریغیں تارءَ	اس کے باریک تاروں پر ہاتھ پھیرتے ہیں
شیرءِ منی پسند بنت دلی یاراں	میرے اشعار میرے دلی دوستوں کو پسند آئیں گے
رندو لاشارءِ خان و سرداراں	رندو لاشار قبائل کے خانوں اور سرداروں کو
رند لاشار من بُن ءَ برات آں جگ سہی ایں کہ حمزہ ءِ ذات آں	رند اور لاشار دراصل بھائی ہیں دنیا جانتی ہے کہ یہ لوگ حمزہ کی اولاد ہیں۔
من سرءَ زوراخ و مزن گوات آں رند شہ کیچ و مکران آختہ لاشار بمپُور ءَ روان بیتہ اشتہ اش رادھن ءَ پڑ مناتاں	یہ بڑے سرزور اور سرکش ہیں رند کیچ اور مکران سے آئے لاشاری بمپور سے نکلے انہوں نے رادھن جیسے بھرے پُرے شہر کو خیرباد کہا
جھیڑوءِ نیمون ات براتانی کس نیاتک جوانیں مڑ شفاتانی	برادری کا جھگڑا اس کا بہانہ بنا کوئی بھلا آدمی صلح کے لئے درمیان میں نہ آیا۔
شیہک و شادین ءَ کلام ژُرتہ	شیہک اور شادین نے قسم کھائی

سیل کنان دَپہ الکہاں آتکہ	وہ علاقہ بہ علاقہ سیر کرتے ہوئے
چوش بہ گوشاں اشکتوں گالے	یہ کانوں سُنی بات ہے
سی خراسان ءَ جالتوں سالے	خراساں میں ایک سال بیت گیا
ڈاچی من گرہڑاں بتیلیس مالے	ڈاچی موسم سرما میں آوارہ پھرنے والا جانور ہے۔
پیہر و لوڑھواں نہ اوشتاتاں	جو باڑوں میں بند نہیں رہ سکتا۔
ہڑتوں کوات بند بلوچیاں؛	بلوچی علاقہ میں شتر بچے
اُڑتنا گوفتاں کو مری بوراں	بہت اور بے شمار تھے
تراں کتہ سرداراں قومی بیناں	قومی سرداروں نے مشورہ کیا
ٹھیک وگوابرام ءَ دلی بیناں	ٹھیک اور گوابرام دلی نے
کشتغاں گوواش ہمو ملکاں	مخبروں کو ہر طرف بھجوایا
تخت سیوی الکبے دیتہ	انہوں نے سبی کے پایۂ تخت کو جا دیکھا
پگہاں ڈہل روں تیار بیتہ	دوسرے دن کوچ کا نقارہ بجا
چاکر پہ لڈو بوڑی رواں بیتہ	میر چاکر سازو سامان باندھ کر چل پڑا
زور سیوی شہ دژمناں زیتہ	وہ زبردستی سبی پر قابض ہوگیا
ڈھاڈر ءَ میران ءَ کلات بستہ	ڈھاڈر میں میران (رند) نے قلعہ تعمیر کیا
ملتہ میلا ءَ دوار ہوتاں	مولہ کے نواح پر بہادر چھاگئے
میر گوابرام ءَ جنگ سیریں ہوتاں	میر گوابرام اور اس کے جنگجو ساتھی

رامین پہ ھیسی بیغ ءِ کور ایں
کورکتہ باپچ ءِ بختغیں جوآں

رامین حسد کے مارے اندھا ہو رہا تھا
اُسے باچھ کے بہتے نالوں نے معذور
بنا دیا

باھگے سیلوی ءِ چرخ ءَ آختہ
آختہ واں میریں جاکر ءِ شہر ءَ
دیثی ءِ موچی ءِ گواندبوریں

وہ صبح کے وقت ہی گھومنے آیا
وہ میر جاکر کے شہر تک آیا
اس نے موچی کا سرخی مائل دنبہ
دیکھا

بستغی ءِ من منہ ءِ سایا
سیخ کن ریحان شہپریں سیاہ ءَ

جو چھپّر کے سایہ تلے بندھا ہوا تھا
(اس نے ریحان سے کہا) ریحان اپنے
شہپر سیاہ پہ زین ڈالو
اور اللہ کی توکل پر گھوڑے دوڑائیں

تاشوبراں پہ توکلِ شاہ ءَ
بستغاں شرط مزن بنداں
گشتغاں گولانی تتّیں تازی

دونوں شرط باندھ کر
بادرفتار تازی گھوڑے میدان میں
نکالے

گواہاری دروغیں داتغنت رنداں
گوشتہ ریحان ءِ سیاہ مزار بازی

رندوں نے جھوٹی گواہی دی
(کہ) ریحان کا تیز رفتار سیاہ
جیت گیا ہے۔

اثر پدا رنداں دروہ کتہ بازی
نور میں رامین ءَ نہ بیت راضی
اثّ ہمے دروغیں گواہی ءِ زہر ءَ
کے شف ءَ بوریں من تئی شہر ءَ

اس طرح رندوں نے دھوکہ کیا
بہادر رامین اس پہ مطمئن نہ ہوا
اور اس دھوکہ بازی پہ ناراض ہو گیا
(اس نے کہا) اب کون تمہارے شہر

	میں رات بسر کرے۔
رپتہ من زردپ دلیغرءِ بہرءَ	وہ ڈھلتی عصر کے وقت وہاں سے چلا گیا
گڈّتہ ہتر شہ کینغ و زہرءَ	مارے غصے کے اس نے شتر کے بچوں کو ذبح کر ڈالا
بانگھ جت گوں جاکرءَ گرِنیت گندکر رائینءَ چوں کتہ غہری	صبح کو ساربان جاکر کے سامنے زور سے (رو کر) دیکھو رائین نے کس طرح دشمنوں کی سی حرکت کی
گوہرءِ ہتراں گڈّتہ پیری	گوہر کے شتر بچوں کو پرسوں ذبح کر ڈالا۔
بے گناہیءَ گریتغاں حیری گو ہرات باہوٹ رندو لاشاری	بے گناہ۔ امن پسندوں کو رلایا گوہر رندا ور لاشاریوں کی پناہ میں تھی۔
ہر دو راجانی نیامغءِ چاری	دونوں قبیلوں کی حدود میں اپنے مویشی چراتی
گیشتریں گُرس جاکرءَ داتیں آں مزن بونڑیں اہراتیں	زیادہ جاکر کی حدود میں جو بڑا دلیر اور کمزوروں کا مددگار ہے
داتئی داہنر گوں برز غیں دستاں گوہرءِ ہترءَ راجتہ دھکے	(گوہر نے) ہاتھ بلند کر کے فریاد کی گوہر کے شتر بچوں کے مارے جانے پر

س گدرو لان ءُ گتہ یکھے	ایک لاکھ جانوں کو خطرے میں جھونک دیا گیا ۔
بیاکہ ہاستی سال دیوں بکھے	اب آؤ تیس سال تک جنگ آزمائی کریں
اش ہمے گال ہُں کھرڑو بیتہ	اتنی سی بات پہ ہنگامہ بپا ہو گیا
رندو لاشارءِ جنگ کھرڑو بیتہ	اور رند و لاشار کے درمیان چھڑ گئی

● مندرجہ بالا نظم کا شاعر نامعلوم ہے" قدیم بلوچی شاعری" نے اس موضوع پر تین مختصر اور بے ربط نظمیں درج ہیں۔ جن کو ریحان رند سے منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ ریحان رند بذاتِ خود گھوڑ دوڑ کے تنازعے کا ایک فریق ہے۔ ایسی صورت میں وہ اپنے حمائیتوں کے حق میں کیونکر کہہ سکتا ہے کہ " رندوں نے جھوٹی گواہی دی " اس سلسلے میں پیش کی جانے والی نظم کا متن " تاریخ بلوچستان " مرتبہ لالہ ہتو رام سے اخذ کیا گیا ہے۔ جو قدرے مفصل بھی ہے اور مربوط بھی۔ اس نظم میں بھی رند و لاشار قبائل کی نقل مکانی کا ذکر ملتا ہے۔ نظم کا آغاز جس انداز میں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیوی سے لے کر قلات تک کے علاقوں پہ یہ لوگ پوری طرح قابض ہو گئے تھے۔ اور لوگوں کی زندگی معمول کے مطابق بسر ہو رہی تھی۔ اور بلوچوں کا یہ علاقہ رہنے بسنے کے لیے خوب تھا۔ جس میں میر چاکر اور میر گوہرام ایسے نامور سپوت آباد تھے۔

بدقسمتی سے ایک جتنی بیوہ گوہر، کے اونٹ بھی لاشاریوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں اور گوہر ان کی شکایت لے کر چاکر رند کی باہوٹ ٹلہ بن جاتی ہے اور یوں زیر پناہ گوہر جتنی کے شتر بچوں کا معمولی تنازعہ رند و لاشار کے مابین لامتناہی عداوت و رزم آرائی کا بیج بو دیتا ہے۔ دو سو سال تک فرو نہ ہونے والا آتش انتقام بھڑک اٹھتا ہے جس کے شعلے سیوی سے گنداوہ تک ہر بستی اور ہر گدان و خیمہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اور پھر تیس سال تک وہ انتقام در انتقام میں خشک و تر سب کو جلا ڈالتے ہیں۔ مدت سے پیاسی تلوار کے خونی سیلاب سے پورا کچھی بہ جاتا ہے۔ ہزاروں جوان تہ تیغ ہوتے ہیں آبادیاں ویراں ہو جاتی ہیں۔ پھر بھی جذبۂ انتقام دو سالہ ہرن کی طرح جوان رہتا ہے۔

اب چاکر ہرات کی بادشاہ کی ترک فوج اور گوہرام سندھ کے سمہ بھٹہ اور کلہوڑوں کی مدد اور فوجی طاقت سے پوری قوم کر داؤ پر لگاتے ہیں۔ غیر ملکی فوج اور قبائلی لشکر رند و لاشار پہ شب خون مارتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں۔ جو پتھر آبگینے اور بجلی خرمن کے ساتھ کرتی ہے

کچھی کے خطۂ شاداب میں تباہی، بربادی اور جنگ چلینی، دلنسل کشی) برپا دی جاتی ہے۔ گنداوہ اور سیوی کے کف دست میدان کو رند و لاشار کے خون سے حنا رنگی ملتی ہے۔ روشن اور آباد بستیاں اجاڑ کر بے چراغ کر دی جاتی ہیں، گندم کی سنہری خوشوں، مہکتی سرسوں کی بالیوں اور رسیلے کنوں کی نباداافشاں وادیاں اور سبز چراگاہیں روندتے ہوئے

ٹلہ پناہ جو

کھوڈوں کی ٹاپوں کے غبار سے بگولوں میں ڈھل جاتے ہیں۔ سیاہ کفت
گوہران بگولوں کی اڑتی ہوئی گرد میں گم ہو جاتی ہے۔ بلوچوں کی شہرہ آفاق
اور عظیم طاقت بکھیر جاتی ہے۔ ان کا شیرازہ ایسے بکھرتا ہے کہ بار ثانی
کسی بھی صورت میں سمیٹا نہیں جا سکتا۔ چاکر بچے کچھے رندوں کے ساتھ ملتان
اور گوہرام پسماندہ لاشاریوں کو لے کر سندھ کی طرف ہجرت پر مجبور
ہو جاتا ہے۔ اور یوں پورا کچھی غیروں کے ہاتھ لگ جاتا ہے اونٹوں
کے گلے اور بھیڑوں کے ریوڑ ساربانوں اور چرواہوں سے محروم
آوارہ پھرتے پھراتے کوہستانوں میں گوشہ عافیت تلاش کرتے ہیں
آبادیوں کا منظر یوں لگتا ہے جیسے یہاں کوئی آدم خور پھر گیا ہو سیوی
اور گنداوہ کے پر عظمت قلعے رندو لاشار کے روحوں کا مسکن بنتے ہیں
رزم آرا چاکر اور گوہرام کی حشمت ناک کچہریوں کی بجائے ان میں مکڑیاں
کے جالے لگتے ہیں اور حرم خانوں میں الو بسیرا کرتے ہیں۔

پردہ داری می کند بر کاخ کسریٰ عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

جب دو عظیم بلوچ طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر بری طرح
شکست و ریخت میں مبدل ہوئیں تو شاعری کے وہ چراغ روشن
ہوئے۔ جن کی روشنی نے ہر دور کے بلوچی ادب کو ذوقِ نو بخشا۔
قاعدہ ہے کہ قوموں کی تخلیقی قوت اکثر و بیشتر یا تو دور عروج
میں مائل پرورش ہو جاتی ہے۔ یا پھر زوال انحطاط کی ٹھوکروں
سے شعور کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ بلوچی قوت جب عملاً فنا
ہو گئی تو افسوس و ہیہات، رنج و ملال اور خود کو بری الذمہ

جذبات شعر و نغز میں

کرنے دوسروں کو اس کا الزام دینے کے

ڈھل کر لافانی ہوگئے۔ لاشاری سردار گوہرام خان کا فخریہ اگر بلوچی شاعری کی جان ہے۔ تو سردار چاکر خان کا جواب شعر و شاعری کی شان ہے۔ سردار گوہرام خان سے منسوب چند ایک بند درج کئے جاتے ہیں بعینہ، سردار چاکر خان کے جواب سے بھی حوالہ دیا جائے گا۔ یہ شاعری ہمارے کلاسیکل ادب کی وہ مایہ ناز تخلیق ہے۔ جس پر رہتی دنیا تک بلوچ فخر کریں گے۔

(سردار گوھرام خان)

وشن اتنت عہدی دور بلوچانی
سبز اتنت تل و سنج اتنت تازی
گردا تنت میلاءِ دپ ءِ شہجو
چاکرتئی ہاریں گورم چرتنت

رند شکارانی ش دہ ءِ کاکنت
دوستتش مال عہداں لنگت ئیں
مال ہماں ماڑی آل حصاریناں
سرگنا سربنداں ملا ہنیاں

مئے دل ءَ اندیش و گماں نیست ات
مئے دل گواہی عئے بذات چرشیں
چاسرءَ کاہنت رندو ڈومبکی
پچے سرءَ دارنت ترک تزیلاں

گوشتیوں تئی ناماں ملک میراں
پہلوشت رندانی چاکری دلواں
حاجی شہک د عمر باراں
چرسری رنداں گور گشیں عالی
گوں حسن دستاکی نہیں بچاں

(ترجمہ) بلوچوں کا ماضی کس قدر شاندار تھا
زراعت اور شہسواری عروج پر تھی
مُولا کے دہانے کی نہریں لبالب تھیں
اور چاکر تیرے ریوڑ چرا کرتے تھے

رند سیرو شکار سے لوٹتے
ان کی چاند جیسی محبوبائیں ان سے منتظر ہوئیں
بلند و بالا قلعوں میں
ان کے گھنے جھک کر دعوت دیتے

ہمیں تو کبھی خواب میں بھی یہ خیال نہیں آیا
دل نے کبھی گواہی نہیں دی
ایک جانب سے رند اور ڈومبکی نکلے
دوسری طرف سے جری ترک بولان ہیں

ہم نے تمہارا نامور میران کیا مارا
کہ رندوں کی کچہری تہس نہس ہو گئی
حاجی شہک، باران کا بیٹا عومر
اور رندوں کی دوسری صف سے گورخر کے شکار کا رسیا عالی
حسن دشتاک اور اُس کے نو کے نو بیٹے

(سردار چاکر خان)

من ہما رندو بارگیں بوراں
گاہے سواران گاہے پاداناں
گاہے گوں زین وگاہے درزیناں
گاہے گوں سیتان انت منی بالاد
گاہے تئی تاداں ءُ شریداراں

سنگ ریزاں بادیرُنیں چاہاں
کینگ ماں مردانی دل ءَ جاہاں
ڈونک ریزنت نہ کینگ اش کنزاں
گیشتر پہ بیر آتن ءُ ملوکین ءَ

قول انت اول شہک ءِ پوتراں
شرہرات گرانیں لشکرے کاراں
من سرءُ گونڈیں چیدگے بنداں
ساعتے کرث ءِ سر براں خنداں

تئی دپ ءِ بدبوئیں ماتاں
تئی بدانی نالائقیں سخناں
کایاں تئی مُ ہیغام چو گداریکاں
شہر گنیں شہر گولیں اکازیکاں

ښ دب ډ بنیادر شاعر ړ مټ ړ
ښنګ د سازاے ړ وتی بیلال
کیټ ګرے میری رستم ړ نام ړ

ترجمہ

میں رند ہوں، وہ جس نے مثال اصیل گھوڑی کی ہے
کبھی میں سوار، کبھی پیدل ہوں
کبھی مجھ پہ زین کستی ہے، کبھی بنا زین کے
کبھی میرا وجود منفعت بخش ہے
کبھی تیرے نقصان میں شریک رہتا ہوں

گہرے کنوؤں میں اگر پتھر گھل بھی جائیں
کینہ پھر بھی مردوں کے دل میں قائم رہتا ہے
بجز انتقام کے نہیں کینہ مٹ سکتا ہے
خصوصاً وہ کینہ جو میران کے قتل سے پیدا ہوا۔

میں وعدہ کرتا ہوں اپنے باپ شنبک کے سر کی قسم کھا کر
ہر سے ٹڈی دل فوج چڑھا لاؤں گا۔
اور سروں کا ایک مینار تعمیر کروں گا
پھر قلعے پر بیٹھ کر اس کا نظارہ کروں گا۔

تیرے منہ سے بدبودار پیام سُن کر
تیرے عادۃ آسا گفتگو سے

وہ نامہ و پیام جو رہ نوردوں کے ساتھ تو نے بھیجے
جو شہر دل شہروں گھوم پھر کر گاتے ہیں
(بلاشبہ) تو اپنے منہ سے ستر شاعروں کا بدلہ ہے
اپنے ساتھیوں کی بے تحاشہ ستائش کرتا ہے
اور عظیم رستم کے نام کو بتا سکتا چلتا ہے۔

اس ہنگامۂ قتل و غارت ۔ تباہی و بربادی اور اس خونفشاں عہد کی تلخی سے نہ صرف انسانوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس پر آشوب دور پر انجم و کہکشاں بھی انگشت بدنداں ہوتے ہیں۔ کیکر کے گھنے بیری اور کھجور کے پیڑ اونگھنے لگتے ہیں اور بور کی کلیاں سرنگوں ہو جاتی ہیں ۔

ادھر چاکر کو اپنی خاک سے جدا ہونے پر اپنی طاقت کے کھو جانے کا احساس ہوتا ہے ۔ وہ برزخ مسافت میں گھر جاتے ہیں جہاں نہ ہمدرد ہوتا ہے اور نہ چارہ ۔ سنگ سیل الم اور طوفان غم سے اس کے جگر میں درد کا شعلہ بھڑکتا ہے ۔ اور پھر وہ اپنے تڑپتے جذبات و احساسات اور دل پرخوں کے طلاطم و مدوجزر کو یوں تاریخ کا حصہ بنا دیتے ہیں ۔ جیسے شاعر عصر گیتوں میں ڈھال کر لافانی بنا دیتا ہے ۔

بھلاں مرد لواشیں سیوی
جوریں بدانی مرگ بی

بی سال ءَ وت واشمار ءَ
جان ءَ جابراں جنگی ئیں
تیگھ چو ملگور ءَ حونی ئیں
چرشنت چہ کمند ءِ پرگاں
جنگاں ءَ نہ شلنت بڑد ایں

ورنایاں دو منڈیلیاں
لہڑی دبیراں رستنت
پھاگش پہ کیپی بستنت
مسکاں مس برداں مشنت

بوراں بے لگام ءَ تاکنت
شایاں پہ نشان کیجنیت
ورستاں چہ نگنت ہندیگاں
تیگھاں پہ راہ ءَ زیریناں

شرطاں داتگوں شومیناں
بچکی لوار باندیان
نگش گردوگیں سبے شون انت
پاگھائیں قلات بے رون انت
سیوی گھوڑوی گرداں بات
شومیں گوہر ءِ ہرجان بات

بہرام مشر دز جاہ بے جاہ ات
گو رات نے مجیں کندادہ

انو ترجمہ)

جوان مردوں کو کچلنے والے سپاہ۔ میں تجھے چھوڑے چلا ہوں
تیرے میرے زہریلے دشمنوں پہ
جنہوں نے مجھے بیوی چھوڑنے پر مجبور کر دیا
بس تو اب گوا ہرام کا ماتم کر
گنتی کے پورے تیس سال۔ ہم دلیر پکے لوگوں سے لڑتے رہے
اور ہماری شمشیریں خون سے آلودہ ہو گئیں
اور پھر گنے کی گانٹھوں کی طرح ٹیڑھی ہو گئیں
اب وہ لڑنے کے بنے خوشنما نیا زنانہ میں نہیں پہنتیں
وہ جوان جو دوہرے جوڑ پہنا کرتے تھے وہ نوجوان جو ایک شان سے پگڑیاں
باندھتے تھے۔
جو ڈیروں میں ناز و نعم میں پل کر جوان ہوئے تھے اور اپنی مونچھوں پہ تاؤ
دیتے تھے۔
جو تازی گھوڑوں کو لگام ڈالے بنا دوڑاتے تھے
آج ان میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔
ان سب کو ہندی تلواروں نے چرا لیا ہے وہ تلوار کی گھاٹ اتر چکے ہیں
منحوس شرطوں اور بچگانہ لہو لعب میں
ہم انہیں ہار چکے ہیں
آج ان کے اونٹوں کا رکھوالا کوئی نہیں۔

اور نہ ہی باغی قلعوں کے سر کرنے والا۔ کوئی جوان باقی ہے۔
سپاہی، گھڑ سواروں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے
اٹھی ہوئی گرد میں کھو جائے۔

بدنصیب گوہر غارت ہو۔ اور
گوہرام کو دو میں سے ایک بھی جگہ نصیب نہ ہو۔
نہ اسے گنداوہ ملے اور نہ ہی قبر نصیب ہو

تمام نقوش کا مظہر

کہساروں کی دلنواز و زرفشاں وادیاں، یہ بہار در حسین نخلستان دلفریب گھاٹیوں کی چھاؤں میں گیت گاتی آبشاریں، مچلتے چشمے اور چھلکتی کاریزیں جو قلب دشمن میں خاروں کی طرح کھٹکتی ہیں۔ ہماری پرمسرت زندگی اور امن و خوشحالی کی امین ہیں۔ ہماری امنگوں اور ترنگوں کی خالق ہیں، ہماری آرزوئیں اور تمنائیں ان ہی کی بدولت مچلتی، پنپتی اور جواں ہوتی ہیں۔ اور کہساروں کے گیت ہماری روحانی غذا اور سرمایۂ امتیاز اور افتخار ہیں۔ ہمارے خلوتِ ذہن کے ہر راز کی سرگوشی اور زخم دل کا مرہم انہی میں پنہاں ہے۔ بزم جمال ہو یا محفل قیل و قال، رزم ہستی ہو یا بزم رنگیں، ہر موقع ہر مقام پر گیت ہماری زیب خلوت اور شان جلوت ہیں۔ ہماری اخوت و حب الوطنی کے جذبات کے چراغ حرف و حکایت ہیں۔ ہماری تاریخ، ثقافت، معیشت اور طرز حیات کے تمام نقوش اور رنگوں کا مظہر یہی کہساروں ہی کے گیت ہیں۔

ہماری چند اہم مطبوعات

بلوچستان کی کہانی شاعروں کی زبانی ۔	مرحوم میر گل خان نصیر ملک الشعراء
بلوچستان ماقبل تاریخ ــــــــ	ملک محمد سعید بلوچ
بلوچی گرامر (اردو میں) ــــــــ	آغا میر نصیر خان احمدزئی
بلوچی گرامر (انگریزی میں) ــــــــ	آغا میر نصیر خان احمدزئی
بلوچی عشقیہ شاعری ــــــــ	مرحوم میر گل خان نصیر ملک الشعراء
بلوچی رزمیہ شاعری ــــــــ	مرحوم میر گل خان نصیر ملک الشعراء
سائکل ــــــــ	غنی پرواز
اولس واجھی ــــــــ	غلام محمد شاہوانی
تاریخ بلوچستان ــــــــ	لالہ ہتورام
پرنگ ــــــــ	مرحوم میر گل خان نصیر ملک الشعراء
گاریں گوہر ــــــــ	مرحوم ڈاکٹر محمد حیات مری
مکران ءِ شعر ــــــــ	مولوی عبداللہ پیشی ءِ پربستگیں
زری لود ــــــــ	ملک دینار میرداڑھی و شیرانی دپتر
تمو بیلی مت ــــــــ	مٹھا خان مری
گچین (کمانک) ــــــــ	اثیر عبدالقادر شاہوانی
ریکانی تل ءَ حلکے ــــــــ	منیر احمد بادینی
بلوچی اردو بول چال ــــــــ	عزیز محمد بگٹی

بلوچی اکیڈمی، کوئٹہ